اُردو اور انگریزی تراجم کے ساتھ منشی شرف الدین احمد خان صاحب نے شایع کیا ہے، اگرچہ ان حکیمانہ مقولون کا ماخذ کتاب مین نہین بیان کیا گیا جس سے اُنکے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا فیصلہ کیا جاسکتا، تاہم ان مین جو اخلاقی تعلیمات، جو پند و موعظت اور جو دانش و حکمت موجود ہے وہ ہر شخص کی توجہ کو اپنی طرف مائل کرسکتی ہے، اور ہم اس سے اچھی طرح مستفید ہو سکتے ہین، اُردو ترجمہ سلیس ہے، انگریزی ترجمہ پہلے اچھا نہ تھا، لیکن اب اُسکی بھی اصلاح ہوگئی ہے، قیمت ۶ر، پتہ: منشی شرف الدین احمد خان صاحب ہیڈ کلرک ہوم دیپارٹمنٹ رام پور،

فغان مسلم، قومی نظمون کے نشر و اشاعت مین پنجاب کا خاص حصہ ہے، نشتر صاحب جنکی یہ نظم ہمارے سامنے ہے، پنجاب ہی کے رہنے والے ہین، اسمین انھون نے خفتہ بخت مسلمانون کو بیدار کیا ہے، اور اُنکو فرائض کی ادائیگی پر توجہ دلائی ہے، اگرچہ شاعرانہ حیثیت سے اسمین بعض خامیان بھی موجود ہین، تاہم جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ نشتر صاحب ایک نوجوان شاعر ہین تو خامیون کو نظر انداز کرکے بے ساختہ داد دینی پڑتی ہے، کیونکہ اُنکی نظم کے محاسن، معائب پر غالب ہین، قیمت ۱ر، پتہ: دفتر اخبار وکیل امرتسر،

وصال بلال: حضرت بلال رضؓ کے واقعۂ وفات کو جناب حکیم محمد صادق صاحب صدیقی منشی فاضل نے موثر انداز سے اس رسالہ مین نظم کیا ہے، اگرچہ شاعرانہ حیثیت سے اسمین بعض جگہ تعقید پائی جاتی ہے، تاہم مسلمانون کو جو اسوقت مرنا بھول گئے ہین، اس واقعہ سے مرنے کا طریقہ معلوم ہوسکتا ہے، قیمت ۱ر،

بانگ جرس، مولوی مسعود علی صاحب بریلوی نے علامہ شبلی نعمانی، حضرت اکبر الٰہ آبادی، مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر اقبال، مولوی ظفر علیخان وغیرہ کی نظمون کا ایک مختصر مجموعہ شایع کیا ہے، قیمت ۲ر،

دونون رسالے مشرقی کتبخانہ لاہور سے ملین گے۔

مجلد نہم | ماہ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۴۰ھ مطابق فروری سنہ ۲۲ء | عدد دوم

مضامین

شذرات

انسان کے انفرادی اور اجتماعی اخلاق مین کسقدر فرق ہے، ہم مین سے فضول گو سے فضول گو اور غیر سنجیدہ سے غیر سنجیدہ آدمی بھی تھوڑی دیر کے لئے کم سخن اور متین بنجاتا ہے، لیکن متین سے متین اور سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی بھی جب وہ اپنے کو جلسون اور انجمنون کے قالب مین ڈھال لیتے ہین اور ایک جماعت کے فرد بنجاتے ہین تو انکے اجتماعی اخلاق مین ایک ناگہانی انقلاب ہوجاتا ہے بات بات مین جھگڑتے ہین، ہر شخص سے بدگمان ہوتے ہین، ہر مقرّر اور مجوّز پر معترض ہوتے ہین، اپنی زبان کی نمائش کو اپنی برتری اور بڑائی کا معیار قرار دینا چاہتے ہین، باہمی سرگوشی، بات چیت طعن وطنز، خندہ وتبسم سے آداب مجلس کی قانون شکنی کرنے لگتے ہین، وقار وسکون کا سررشتہ ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہین، ایک دوسرے کی ذات کی عزت کے کلیہ کو فراموش کردیتے ہین، غیر ارادی شور وغل سے اکثر جلسون کے سلسلۂ کاروائی کو درہم کردیتے ہین، لیکن بااین ہمہ اگر الزام دیجئے تو انفرادی حیثیت سے علٰحدہ علٰحدہ ہر شخص کوئی بڑا ملزم اور قصوروار نہین ٹھہرسکتا، لیکن اجتماعی عمل انکو سخت مجرم اور گنہگار یقیناً ٹھہراتا ہے۔

یہ واقعہ درحقیقت ہماری اجتماعی اخلاق کی کمزوری اور اجتماعی معاشرت کی پستی کو دکھاتا ہے افسوس ہے کہ یہ کمزوری اور پستی اوس قوم کے جوان افراد مین سب سے زیادہ ہے جو کبھی اس دنیا مین

سب سے زیادہ قوی اور سب سے زیادہ بلندتھی کیا ہماری قوم کے نوجوان افراد جو آجکل زیادہ تر پیش پیش ہین، اپنے اس عیب کی طرف توجہ کرینگے، اور اپنے جلسون اور انجمنون مین اپنی قوم کی اجتماعی ناسنجیدگی اور معاشری کمزوری کی اصلاح کی کوشش کرینگے۔

ہندوستان کے زندان خانون کی نوآبادیون مین فرزندان ہند کے مختلف فرقون اور مذہبون کے نمایندے شریک ہین، ان مین مسلمان بھی ہین ہندو بھی، سکھ بھی ہین اور عیسائی بھی، یہ تمام اصحاب گو مختلف قومیتون، مختلف مذہبون، مختلف فرقون، مختلف خاندانون، مختلف زبانون کے افراد ہین، لیکن ان اختلافات کے باوجود ایک ہی روح ہے جو سب مین ساری ہے، ایک ہی خیال ہے جو سب پر مستولی ہے، اور ایک ہی نشہ ہے جو سب پر چھایا ہے، اور اسطرح باوجود الگ الگ ہتھکڑیون اور بیڑیون کے حبّ وطن اور نصرت حق کی ایک ہی زنجیر مین وہ بندھے ہوئے ہین، یہ مختلف قومون، مذہبون فرقون، اور خاندانون کے صدہا افراد کی شب وروز کی یکجائی، ذاتی ملاقات وواقفیت، مبادلۂ خیال، اظہار محبت، معاونت ودستگیری، تاثیر وتاثر یقیناً ہندوستان کے مختلف عناصر کی باہمی بدگمانیون اور غلط فہمیون کو دور کرکے نئے سرے سے ان مین باہم اعتماد، محبت واخوت اور مصالحت ورواداری کی روح پیدا کریگی، اور وہ ایک دوسرے کے جذبات ومحسوسات کی پوری قدر کرنا سیکھین گے، اس نقطۂ نظر سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ آج کی ہندوستان کے قیدخانہ مین کل کے ہندوستان کی نئی قومیت تعمیر پارہی ہے یہ افراد جو قید سے پہلے ایک دوسرے سے شناسا بھی نہ تھے، ایک مدت کی محبت ودوستی، معرفت اور پہچان کے بعد جب تنگنائے زندان سے باہر میدان عمل مین آئینگے تو ہمارے رہبرون اور کام کرنے والون کی ایک جماعت ہمارے اندر ہوگی جو ایک دوسرے سے اچھی طرح شناسا، اور جان پہچان والے، اور ایک دوسرے کے خیالات، حالات، محسوسات اور جذبات سے واقف ومطلع، اور بھائیون اور بہنون کے برادرانہ اتحاد سے

پرکیف اور سرشار ہونگے اس نتیجہ کو پیش نظر رکھیئے تو ہمارے نگاہون کے سامنے مستقبل کا کسقدر خوش آیند منظر ہے، یہ وہ دولت ہے جو زندان سے باہر کبھی ہندوستان کو نہین مل سکتی تھی،

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

اسی خوش آیند مرقع کا ایک منظر آگرہ ڈسٹرکٹ جیل ہے،

آگرہ ڈسٹرکٹ جیل مین اسیران ملک و ملت کی ایک نوآبادی قائم کردیگئی ہے، جسمین ہزارون فرزندان قوم اور ہر رنگ و مذاق کے اصحاب شامل ہین، ہندوستان کی خاک مین شاعری کی جو فطری استعداد ہے اسکا ثبوت ہے کہ زندانخانہ کے مصائب زندگی بھی اس استعداد سے اسکو محروم نہ کرسکے، دنیا کے قیدخانون کی تاریخ مین یہ بزم ادبی جو ۲۰- جنوری سنہ ۱۹۲۲ء کو اس آگرہ کے ایک گوشہ مین فراہم ہوئی جہان کی دیوار کے نیچے جہانگیر کی "طلائی زنجیر عدل" لٹکا کرتی تھی، ایک عجیب و نادر مثال ہے، مشاعرہ کے شعراء اور حاضرین کے نامون پر ایک نظر ڈالنے سے دہوکا ہوتا ہے کہ ہم کسی قیدخانہ کے مجرمون کے نام پڑھ رہے ہین یا دنیا کی کسی بڑی یونیورسٹی کے فضلاء اور گرایجویٹون کی فہرست پڑھ رہے ہین،

ان مختلف قومون اور زبانون کے یاران صحبت کے اندر اظہار خیال کا کوئی ایک متحد ذریعہ ہونا چاہیئے، وہ اسوقت صرف ہندوستانی ہے جو اردو کے غلط نام سے مشہور ہے، جسطرح ان مختلف زبانون کے افراد کے لئے جو اسوقت کسی جیل مین جمع کردیئے گئے ہین، اس پورے ہندوستان کے زندانخانہ ہستی مین جہان مختلف زبانون کی قومین قید ہین، اُنکے باہمی مبادلہ خیال کے لئے ایک ہی مشترک زبان کی ضرورت ہے اور وہ ہندوستانی ہے، قدرت نے اسی ضرورت سے اُسکو پیدا کیا ہے، اور جبتک یہ ضرورت قائم ہے یہ زبان قائم رہیگی،

آگرہ جیل کی بزم مشاعرہ اسکا ثبوت ہے کہ ہم مختلف زبانون کے ہندوستانیون کے لئے اُردو ہی ایک مشترک زبان کا کام دیسکتی ہے، ہماری خوشی کی کوئی حد نہین رہی، جب ہم نے اسی ایک دسترخوان پر خواجہ عبد المجید، صدر جامعہ ملیہ کو دیکھا جو ہندی کا ایک حرف نہین جانتے، اور ان مالوی جی کے صاحبزادہ کو بیٹھا دیکھا، جنکی نسبت یہ خیال تھا کہ یہ اس اُردو کو ہندوستان سے مٹا دینے کا عزم رکھتے ہین، جو ملک مین مختلف قومون کے باہمی پیوند محبت کی نشانی ہے،

کیمبرج یونیورسٹی کی سنڈکیٹ (مجلس انتظامیہ) نے حال مین یہ تجویز منظور کی ہے کہ کیمبرج انڈین ہسٹری کے نام سے ہندوستان کی ایک مفصل و مبسوط تاریخ، سات جلدون مین مرتب کرکے عنقریب شائع کیجائے، آج سے چند سال قبل یونیورسٹی مذکور "کیمبرج ماڈرن ہسٹری" کے نام سے یورپ کی تاریخ بارہ ضخیم جلدون مین شائع کرچکی ہے، اس مجوزہ تاریخ ہند کی تالیف و ترتیب اسی نمونہ کے مطابق ہوگی، اسکی تالیف مین ماہرین تاریخ ہند کی ایک پوری جماعت شریک ہوگی، زمانہ تاریخ کو متعدد دوار مین تقسیم کردیا گیا ہے، اور ہر دور پر لکھنے والے الگ الگ ماہرین فن ہونگے۔

مغرب کے معیار، اور مورخین یورپ کے زاویہ نگاہ سے یہ تاریخ یقیناً مستند ہوگی، لیکن دنیا کی تاریخ مین یہ واقعہ بھی ہمیشہ درس عبرت و حیرت دیتا رہیگا، کہ وسیع النظر مغرب کو "ماہرین تاریخ ہند" کی اس جماعت کثیر مین ایک بھی شخص ایسا نہ مل سکا جو باشندۂ ہند ہوتا! شرقی علوم و فنون، معاشرت و سیاست تہذیب و شائستگی کو مغرب جیسا کچھ سمجھتا ہے، اسکے تجربات اب تک بکثرت ہوچکے ہین، لیکن نیرنگ ساز فطرت کو شاید ابھی ایک بار اور اس تجربہ کی نمائش منظور ہے کہ عاشق کی داستان محبت کے بیان کرنے مین رقیبون کی زبان، دیانت و صداقت کو کہانتک ملحوظ رکھتی ہے،

قدیم سٹرتی "توہم" یہ تہا کہ تاریخ گویا واقعات عالم کا رجسٹر ہوتی ہے، اور مورخ کا کام اسکے سوا اور کچھ نہین کہ واقعات عالم کو اپنے علم کے مطابق بے کم وکاست درج کردے، لیکن جدید مغربی "تحقیق" یہ ہے کہ تاریخ نگاری ہمیشہ کسی مقصد وغرض کے لئے ہونا چاہیئے، اور مورخ کا اصلی فرض یہ ہے کہ واقعات کی توجیہ وتشریح کسی خاص زاویۂ نگاہ سے کرے، سر چارلس اومین، اسوقت مورخین انگلستان کے ایک مسلّم سرخیل ہین، رسالہ نائینٹینتھ سنچری کے جنوری نمبر مین آپ نے ایک مضمون "مورخین حال اور انکی مشکلات" پر تحریر فرمایا ہے، اسکے اقتباسات ذیل لایق ملاحظہ ہین: -

"غرض تاریخ، اسماء، سنین، و واقعات کا رجسٹر نہین، جیسا کہ ایک عامی شخص خیال کرتا ہے، بلکہ وہ نام ہے مورخ کے زاویۂ نگاہ سے ان چیزون کی توجیہ وتشریح کا، اور چونکہ ہر مورخ کا سیاسی، اخلاقی وقومی زاویۂ نگاہ، ہمیشہ دوسرے سے مختلف ہوگا، اسلئے یہ محال ہے کہ کسی زمانہ، کسی عنوان یا کسی شخص کے متعلق کوئی نام نہاد، مستند تاریخ مرتب ہوسکے جو ہر طبقہ کے ناظرین کے ذوق کی تشفی کرسکے،

قدیم تاریک خیالی کا فتویٰ یہ تہا کہ تاریخ چونکہ واقعات مصدّقہ کا مجموعہ ہوتی ہے، اسلئے اسمین بحث واختلاف کی بہت کم گنجائش ہوتی ہے، لیکن تحقیقات جدید کی روشنی نے دکھلادیا کہ تاریخ بعینہ سیاسیات حاضرہ کی طرح ایک پُر اختلاف موضوع ہے: -

"ایک مشہور مورخ نے کہا تہا کہ تاریخ نام ہے سیاسیات ماضیہ کا، یہ مقولہ اسقدر صحیح ہے کہ میرے نزدیک جسطرح سیاسیات کے لئے اختلافات لازمی ہین، ٹہیک اُسی طرح تاریخ کے لئے بھی اختلافات ناگزیر ہین"

سیاسیات مغرب کی محبوب ترین اصطلاح "پروپگنڈا" ہے، جسکا صحیح مفہوم کم ازکم اردو، فارسی، اور عربی زبانون مین توکسی ایک لفظ سے ادا نہین ہوسکتا، تاریخ علمبرداران تحقیقات جدیدہ

کی زبان مین اسی پروپگنڈا کی ایک ترقی یافتہ شکل کا نام ہے، سر چارلس فرماتے ہین: -

"ایک عامی آدمی ہمارے پاس ایک تاریخی استفسار لیکر آتا ہے، بدقسمتی سے عموماً یہ ہوگا کہ ہم اسکے حسب توقع اسے کسی قسم کا کوئی مسلّم وقطعی جواب نہ دے سکین گے، بلکہ ایک طرح کے پروپگنڈا سے کام لین گے، جو ممکن ہے کہ ہمارے نزدیک واقعیت کی صحیح ترجمانی ہو، لیکن ہمین تسلیم ہو کہ دوسرون کے نزدیک ممکن ہے وہ جواب خلاف واقعہ، غلط وفتنہ پردازانہ ہو، تاریخ کسی خارجی شے، کسی فہرست واقعات کا نام نہین، مورخ کا کام واقعات مین تسلسل وترتیب پیدا کرنا ہے، اور وہ مورخ جنکی قومیت وسیاست باہم مختلف ہے، واقعات کو اپنی اپنی جگہ پر ایک دوسرے سے اسقدر مختلف شکلون مین مرتب ومدون کرسکتے ہین کہ پڑہنے والا نہین ایک ہی سلسلۂ واقعات کی ترجمانی سمجھ ہی نہین سکتا"

آگے چل کر اس سے بھی زیادہ دلچسپ وسبق آموز تصریح موجود ہے: -

"غرضکہ ہمکو اس عامی آدمی سے کہہ دینا پڑیگا کہ تاریخ واقعات کے متعلق ایک زاویۂ نگاہ کا نام ہے، اور ظاہر ہے کہ ہر مورخ کا زاویۂ نگاہ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے ...... اور اسطرح افسوس ہے کہ تاریخ نگاری اب سیاسی، قومی ومذہبی پروپگنڈا کے اہم ترین شعبہ کا نام رہ گیا ہے"

سر چارلس اومین اپنے ان خیالات مین متفرد نہین، تاریخ کو سیاسیات ماضیہ کا مرادف پروفیسر فریمین نے قرار دیا تہا، جو پچھلی صدی مین انگلستان کے سب سے بڑے مورخ تسلیم کئے جاتے تھے، موجودہ تاریخون کا سیاسی اغراض کے لئے لکھے جانے کا اعتراف ڈاکٹر شاٹویل نے بھی کیا ہے، جو کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) مین تاریخ کے پروفیسر، اور اس فن کے استاذ الاساتذہ کی حیثیت رکھتے ہین، ان اعترافات وتصریحات کی موجودگی مین قدامت پسند اہل مشرق اگر بجائے ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ (مورخین کی تاریخ عالم) "کیمبرج ماڈرن ہسٹری" اور "کیمبرج انڈین ہسٹری" کی ضخیم ومرعوب کن

مجلّدات کے مطالعہ کے اپنا وقت بوستان خیال، طلسم ہوشربا و داستان امیر حمزہ کی ورق گردانی مین صرف کرتے رہین تو شاید ان پر تضییع وقت کا الزام صحیح نہ ہے، جھوٹ کو جھوٹ کہکر ظاہر کرنا تخیّل آرائی کو افسانہ کے لباس مین پیش کرنا کسی مذہب مین معصیت کبیرہ نہین، البتہ جھوٹ کو سچ کا نام لیکر تعصبات کو واقعات کا رنگ دیکر، اور دروغ کو راستبازانہ نمائش کے ساتھ پیش کرنا وہ ملعونیت کبریٰ ہی جس سے ہر ذو بشر کو جسے اپنی دیانت، اپنا ایمان اور اپنی نجات عزیز ہے، پناہ مانگتے رہنا چاہیئے۔

———×———

آغاز سال روان مین پاپائے روم، بنڈکٹ پانزدہم نے انتقال فرمایا ان سطرون کے شائع ہونے تک اُنکے جانشین کا بھی انتخاب ہوچکا ہوگا، جسوقت سے پاپائیت کا ایک باضابطہ عہدہ قائم ہوا ہے، صدہا افراد اس منصب پر مامور رہ چکے ہین، بلکہ اگر ابتدائی عیسوی صدیون کے لشپ صاحبون کو بھی اس فہرست مین شامل سمجھا جائے تو شاید شمار سیکڑون سے متجاوز ہوجائے، سوال صرف اسقدر ہے کہ اس طویل و عظیم فہرست مین کسی غیر یورپی شخص کا بھی نام تلاش کرنے سے مل سکتا ہے؟ مسیحیت کے حدود تو ماشاءاللہ ایشیا و افریقہ کے گوشہ گوشہ تک وسیع ہوچکے ہین، اور ان ممالک مین کرورون باشندے "ابن اللہ" کے کلمہ گو موجود ہین، پھر کیا ابتک ان بیشمار نفوس مین ایک شخص بھی یورپی مسیحیون کی ہم سطح و ہم پلہ نہین پیدا ہوسکا ہے؟

———×———

سیر الصحابہؓ کا جو سلسلہ دار المصنفین کے زیر اہتمام ترتیب پا رہا تھا، الحمد للہ کہ وہ تکمیل کو پہنچ گیا، اسکی ایک جلد اسوۂ صحابہؓ کے نام سے ۳۵۰ صفحون مین چھپ کر تیار ہوگئی ہے، مولانا عبد السلام ندوی نے اس جلد مین صحابہؓ کے اعتقادات، عبادات، اخلاق اور معاملات کے واقعات و احوال کو مستند کتب حدیث سے فراہم کیا ہے، یہ اس لائق ہے کہ آج ہر مسلمان اس اسوہ کو پیش نظر رکھے۔

مقالات

خلافتِ عثمانیہ

اور

دنیای اسلام

(۳)

نومبر اور دسمبر ۲۱ء مین اس مضمون کے دو نمبر شائع ہوچکے تھے، افسوس کہ جنوری ۲۲ء مین اسکا تیسرا نمبر احمد آباد اور بمبئی کی قومی مجلسون کی شرکت کے باعث لکھا نہ جاسکا، اور وہ اب فروری مین شائع ہو رہا ہے، آغاز مضمون مین یورپ کے سہ طرفہ حملون مین سے اسپین کے شمالی افریقہ کے اسلامی ملکون اور اٹلی، وینس، کریٹ، روڈس، اور مالٹا کے عیسائی بحری حملون اور ترکون کے کارنامون کا تذکرہ تھا، اس نمبر مین پرتگال کے ان حملون کا ذکر ہے جو اس نے حبش، عرب، اور ہندوستان کے ساحلی شہرون اور بندرگاہون پر پے در پے کئے۔

اسپین کے بعد اس عہد کے دشمنانِ اسلام مین اسی کے ملحقہ صوبہ پرتگال کا درجہ تھا، یہ صوبہ چونکہ اسپین سے بالکل ملا ہوا ہے، اسلئے سیاسی تاریخ کے تماشاگاہ مین کبھی وہ الگ ہوکر نمودار ہوتا ہے، اور کبھی وہ اسپین کا جزء بنجاتا ہے، جس عہد کا ہم ذکر کررہے ہین اسوقت بھی اس حصۂ ملک کی یہی حالت تھی، اندلس مین جب اسلام کا اقبال اوجِ کمال پر تھا تو یہ صوبہ بھی اسکی حکومت کے زیر سایہ تھا، اسی لئے پرتگالی زبان مین عربی الفاظ نہایت کثرت سے مل گئے اور آج بھی موجود ہین،

اسپین نے جب اسلام کُشی کا عمل شروع کیا ہے تو پرتگال نے بھی اسکی پوری تقلید کی، پہلے جیساکہ بیان ہوچکا ہے، اس نے مراکش کے سواحل پر قبضہ جمانا چاہا مگر بہت جلد عربون اور پھر ترکون کے حملون سے اسکو یہ مقامات خالی کرنے پڑے، یہ بھی معلوم ہوچکا کہ یورپ اور ایشیا کا پرانا راستہ جو بحرِ روم، مصر اور بحرِ احمر ہوکر تھا، اسپر ترکون نے اپنے اقتدار کے بحری پھاٹک قائم کردیے تھے، اسلئے مشرقی اسلامی ممالک کی تاخت وتاراج کرنے کے لئے کسی دوسرے بحری راستہ کی ضرورت تھی چنانچہ ابتدائی پرتگالی مکتشفینِ بحر (دریائی راستہ کے پتہ لگانے والے) جن اسباب سے نئے بحری راستون کی تلاش مین سرگردان و پریشان تھے، ان مین کا ایک بڑا سبب ان کا ترکون سے بچکر ارض مقدس کے لئے ایک نئے راستہ کی جستجو، اور فتح بیت المقدس کے لئے تجارت وغیرہ سے نئی دولت جمع کرنا، مزید جور وستم اور لوٹ مار کے لئے سورون (مسلمانون) کی کسی نئی آبادی کا سراغ لگانا تھا، چنانچہ مضمون کے دوسرے نمبر مین "مورخین عالم کی تاریخ" کا ایک اقتباس نقل کیا جاچکا ہے، جسمین کے چند فقرے یہ ہین:-

"مشرقی جزائر اور نئی دنیا مین اسپین و پرتگال کے عظیم بحری اکتشافات و فتوحات، علوم قدیمہ کا احیا، ادبیات جدیدہ کا طلوع، فن طباعت کی وجہ سے روشنخیالی، مباحثہ اور معلوماتِ نو کی ترقی، ان تمام کی تمام چیزون نے عالم مسیحی کی روح کو زیادہ اور بلندتر ہونے مین مدد دی تاکہ ان کے جذبات زیادہ بلند ہون، اور وہ عمل کے وقت تحمل مصائب اور برداشت کے لئے زیادہ تیار رہین، اسکے علاوہ دوسرے ایسے اسباب بھی موجود تھے جن سے پتہ چلتا تھا کہ اہل فرنگ کی یہ نئی قوت اسلامی ممالک کے فتوحات مین کام آئیگی، کیونکہ اس عہد مین مذہبی جوش عام اور تیز تھا، بحری سیاحون کی محنت، فیلسوفون کی جد وجہد، طلبہ کی مساعی، مدبرین کی دماغ سوزی اور سپاہیون کی جانبازی سب کی سب صرف اسی ایک مقصد یعنی صلیب کے عروج کے لئے تھین،

جہان ایک کولمبس کو بجز غار کے خطرون مین یہ خیال تھا کہ ان سیاحتون سے جو کچھ خزانے ہاتھ آئینگے وہ ارض مقدس کو بے دینون کے قبضہ سے نکالنے کے کام آئینگے۔"

آگے چل کر پرتگالی فاتحین اور مدبرون کی سرکاری تحریرون کے اقتباسات نظر سے گذرینگے جن سے یہ حقیقت اور بھی آئینہ ہوجائیگی، یہ واقعات متعدد دفعہ دہرائے گئے ہین کہ پرتگال نے واسکو دی گاما کے زیرِ سرداری وقیادت مشرقی افریقہ کی طرف سے ہوکر راس امید (گڈ ہوپ) سے گذر کر ہندوستان کے ساحل پر قدم رکھا، ہندوستان، چین، سیام، جاوا، سماترہ، جزائر ہند، سیلون، ملیبار، ممباسہ، زنجبار، حبش، مصر، عرب وغیرہ کی وہ تمام بحری تجارتین جو بحر ہند، بحر احمر، خلیج فارس، بحر عرب ہوکر گذرتی تھین وہ سب عرب تاجرون کے ہاتھون مین تھین، اور وہی مشرق ومغرب کے درمیان بیوپاری تھے ہندوستان وایران وچین سے مال لیجاکر مصر پہنچاتے تھے، اور وہان سے وینس اور جینوا کے تاجر انکو یورپ لیجاتے تھے، اور وہان سے یورپ کا مال لاکر ہندوستان، ایران وچین وغیرہ مشرقی ملکون مین پہنچاتے تھے، اس بیوپار سے اور تجارت کے اس راستہ سے جو تمامتر اسلامی ملکون سے ہوکر گذرتا تھا، مسلمانون اور خصوصاً عربون کی تجارت اور دولت بڑی ترقی پر تھی، پرتگال نے بحر ہند مین کودنے کے ساتھ یہ کوشش شروع کردی کہ جسطرح ممکن ہو عربون کے ہاتھون سے یہ تجارت چھین لیجائے اور اس راستہ کو جو اسلامی ملکون سے ہوکر گذرتا ہے، اس نئے راستہ سے بدل دیا جائے جسکو انہون نے خود دریافت کیا تھا،

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے عرب جہازون پر تاخت شروع کی، عرب، حبش (افریقہ) ہندوستان اور فارس کے ساحلی مقامات پر حملے کئے، اور ناسلمون کو مجبور کیا کہ وہ مسلمانون اور عربون کے ہاتھ اپنا اسباب تجارت فروخت نہ کرین، ملیبار کے موپلہ تاجرون پر بڑی زیادتیان کین، یمن اور حجاز کے ساحلی شہرون پر قبضہ جمایا، اور ہندوستان مین سندھ سے لیکر مدراس وگجرات وبمبئی تک کے

بندرگاہون پر دھاوے کئے، ساحلون اور جزیرون مین مسلمانون کا قتل عام ہو رہا تھا، مسجدین توڑ توڑ کر کلیسا بنائی جارہی تھین، کالیکٹ کے راجہ کو اسپر مجبور کیا گیا کہ وہ مسلمانون کو عرب آنے جانے سے روکدے، کوچی ساحل ہند پر قبضہ کر کے مسلمانون کو قتل کیا اور مسجد کو کلیسا بنالیا، اور پھر رفتہ رفتہ عرب کے سواحل پر عدن، ہرمز، بریم وغیرہ کو اور ہندوستان کے سواحل مین سے گوا، جیبول، دابل، دیب، دمن، مہایم، وغیرہ کو تاخت و تاراج کیا، ۹۱۵ھ مین کالیکٹ پر حملہ کر کے شہر کو لوٹ لیا، اور وہان کے جامع مسجد کو خاک سیاہ کردیا، یہی حال انھون نے عرب کے ساحلی مقامات کا کردیا، حج کے بحری راستے ان قزاقون کے ہاتھون سے بمشکل جانبر ہو سکتے تھے، گوا کا مشہور بندرگاہ سلطنت بیجاپور سے چھین لیا، اور سلطان گجرات کے تمام بندرگاہون پر غارتگری شروع کردی، جدّہ اور عدن پر کئی حملے کئے، کبھی کامیابی ہوئی اور کبھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، انتہا یہ ہے کہ پرتگالی یہ خواب دیکھنے لگے کہ جدہ پر قبضہ کر کے حجاز پر حملہ کیا جائے، اور خاکم بدہن مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو ویران اور حرمین محترمین کو منہدم کر کے اسلام کی عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے، فارسی اور عربی کی اسلامی تاریخون مین ان واقعات کے متعلق جو تفصیلین موجود ہین، وہ یمن، گجرات اور ملیبار کی پچھلی تاریخون مین مذکور ہین، لیکن اس موقع پر عیسائی مورخین کے اعترافات کو پیش نظر رکھنا ہماری مصلحتون کے زیادہ مناسب حال ہے،

[illegible]ء مین پرتگال کے بادشاہ مینوئل نے اپنا خطاب "ہندوستان، ایران، عرب اور حبش کی تجارت اور جہازرانی کا مالک" اختیار کیا، اس نے یہ تدبیر سوچی کہ ہندوستان اور یورپ کے بیچ مین مسلمانون کی تجارت کو عدن، ہرمز، اور ملاکا پر قبضہ کر کے برباد کردے، یہ وہ بندرگاہ تھے جہان سے مشرقی تجارت کا سامان اسکندریہ اور بیروت ہو کر یورپ جاتا تھا، ملاکا وہ جگہ تھی جہان مسلمان خصوصاً عرب تاجر چین سے مال کا تبادلہ کرتے تھے..........

چونکہ پرتگیزون کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان اور یورپ کی تجارت کا رخ راس امید کی طرف پھیردین، اور اس راستہ کو جو بحر احمر سے قاہرہ اور اسکندریہ ہو کر جاتا تھا، ویران کردین، اسلئے مسلمان سوداگر سو جو ہندوستان کے تاجر تھے، انھون نے مصر کے ملوک سلطان کو بھڑکا دیا۔[1]

پرتگیزون کی ہمت نے یہانتک بلند پروازی کی کہ انھون نے ارادہ کیا کہ حجاز پر حملہ کر کے قبلۂ اسلام کو بے بنیاد کردیا جائے، اور آخر اسی نیت سے انھون نے ۹۴۸ھ مین جدّہ پر حملہ کیا، علامہ قطبی نے اعلام مین اور مفتی دحلان نے فتوحات مین اس واقعہ کی پوری تفصیل لکھی ہے، ابتدائی سطرون کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

پرتگالی قوم جو فرنگیون کی ایک قوم ہے اور جسکی نسبت یہ بیان ہوچکا ہے کہ وہ سمندر مین ڈاکے ڈالتے تھے، اور بہت سے اسلامی خطہ پر حملے کر رہے تھے، ان کا ایک فعل یہ ہے کہ انکے نفس بد نے انکو اس کام کے لئے آراستہ کیا کہ وہ حرمین اور جزیرہ عرب پر قبضہ کرلین، یہ ۹۴۸ھ کے آخر مین پیش آیا، ان فرنگیون کی بہت بڑی جماعت اسلامی بندرگاہون مین گھس گئی اور انکو تباہ و برباد کردیا، اور بندرگاہ جدّہ کا قصد کیا، اور اس لنگرگاہ پر اپنے جہاز آکر لگائے، جسکا نام ابوالدوائر تھا، ۷۵ جہاز فوج اور سامان جنگ سے بھرے ہوئے تھے،

ان لوگون کے لئے جو صرف یورپ کے راستگو اور صادق البیان مورخین پر اعتماد رکھتے ہین، اس واقعہ کی صداقت کے لئے رائل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل ۱۹۲۱ء کا حوالہ دونگا، جسمین مسٹر ایم لونگورتھ ڈیمس کا مضمون "ترک اور پرتگالی بحر ہند مین" چھپا ہے، اور جسمین زیادہ تر واقعات مسٹر موصوف نے پرتگالی حوالون سے نقل کئے ہین، اس مضمون مین انکے اس جرم کا اعتراف مضمون نگار نے ان الفاظ مین کیا ہے:

"ابوکیرک (Albuquerque) (پرتگالی وایسرائے) نے ۱۵۱۳ء مین ایک باجرات کوشش کی کہ اس (عدن) قلعہ و حصار سے محفوظ قصبہ مین سیڑھیان لگا کر اندر داخل

[1] ہسٹری آف انڈیا، مصنفہ ایم پروتھیرو، ایم اے شایع کردہ میکملن ۱۹۱۵ء،

ہوجاے، وہ اس مین ناکام ہوا، اور جدہ کو واپس پھرا، وہ دنیا کو عیسائی بنانے اور اسلام کے
مقامات مقدسہ پر قبضہ کرکے، اسلام کو تباہ کرنے کے ایک بڑے نقشہ کا خواب دیکھتا تھا، لیکن
بہرحال وہ بحر احمر کی آب و ہوا کا متحمل نہین ہوا، وہ جدہ نہین پہنچ سکا، اور اسکے آدمی کامران مین
بخار سے ٹوٹ گئے۔"

اسلامی تاریخون مین لکھا ہے کہ پرتگالیون نے جدہ پر حملہ کیا، اور شکست کھائی، بہرحال شکست تو
نہین یقیناً ملی خواہ وہ انسانون کی تلوارون سے یا بخار نام خداے قادر کے غیر آہنی ہتھیارون سے،

پچھلے صفحات کے پڑھ لینے کے بعد ہمارے ناظرین کے سامنے بحر حبش، بحر عرب، بحر ہند، خلیج فارس
اور بحر چین کے اسلامی جزیرون اور ساحلون کی بربادی اور اسلامی و عربی تجارت کی تباہی کا نقشہ پھر
گیا ہوگا، اور آنسوؤن کے چند قطرون کے ساتھ یہ نظر آیا ہوگا کہ دنیاے اسلام اور یورپ کے باہمی مقابلہ
کے سیاسی و اقتصادی نقشہ کے الٹ جانے مین ان واقعات کا کتنا بڑا جزو شامل ہے، اسوقت
بحر ہند کے اس طرف آگرہ کا امام جلال الدنیا والدین **اکبر ظل اللہ** فرمانروا تھا، اور اس طرف قسطنطنیہ کا خلیفہ
سلطان سلیمان مسند آرا تھا، اسلام کے یہ نقشے دونون کی آنکھون کے سامنے تھے، لیکن انصاف سے
کہنا کہ ان دو مین سے کسکے سینہ مین اسلام کا تڑپتا ہوا دل تھا، کس نے ان مصیبتون سے اسلام کو
نجات دلانے کے لئے اپنی حاجتون کو قربان کیا، کس نے اپنی فوج و لشکر اور دولت و خزانہ کو سمندر مین
غرق کرنے کی ہمت کی، اس سخت و پرخطر مرحلہ مین آل تیمور نے اپنے فرض کو ادا کیا یا اس نے ادا کیا
جو اس محاذ جنگ سے ہزارون میل دور غلافت کا بار عظیم اپنے کندھون پر اٹھاے ہوے تھا،
اکبر کی بیچارگی کا تو یہ عالم تھا:

فرنگیان در آزار مسلمانان راسخ ترشدہ بعضی جہازات جلال الدین محمد اکبر بادشاہ را کہ بے قول
اہل فرنگ بمکہ معظمہ متردد (آمد و رفت) بودند، در وقت مراجعت از بندر جدہ غارت کردہ نسبت

بمسلمانان اہانت بلیغ رسانیدند۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و از ان تاریخ کہ جہازات جلال الدین محمد اکبر بادشاہ
بدست فرنگیان گرفتار شدہ مراکب (جہازات) فرستادن بہ بنادر عرب و عجم برطرف ساخت چرکہ
قول گرفتن از اہل فرنگ مستلزم ننگ و عار داشت و بے قول روانہ ساختن موجب ہلاک
نفوس و تضیع مال، لیکن امراے او مثل مرزا عبدالرحیم خانخانان وغیرہ قول از اہل فرنگ گرفتہ
مراکب بہ بنادر می فرستادند (فرشتہ نولکشوری جلد ۲ صفحہ ۳۷۳)

بہرحال ان حملون کی مدافعت مین مسلمانون نے جو کوششین کین، ان مین سب سے اول یہ کہ
سلطان مصر نے جو خلافت عباسیہ کی طرف سے مصر و شام و عرب کا حکمران تھا، اس نے بیجاپور، گجرات،
اور دوسری ساحلی اسلامی ریاستون کے ساتھ مل کر ۹۱۳ھ مین پرتگالیون کا سواحل ہند پر ناکام مقابلہ کیا۔
تاریخ فرشتہ (جلد ۲ صفحہ ۴۔ ۲ نولکشور) نے سلطان مصر کے ان جہازات کو غلطی سے سلطان روم کے
جہازات بیان کئے ہین، اور لکھا ہے،

"خبر رسید کہ امسال (۹۱۳ھ) کفار فرنگ در ساحل ہجوم آوردہ می خواہند کہ قلعہا بہ بندند و متوطن
شوند، سلطان روم کہ عدوے ایشان است، این خبر شنیدہ جہازات بسیار بجانب ساحل بقصد غزا
و مدافعت فرستادہ، از ان جملہ چند جہاز رومی بہ بنادر گجرات آمدہ اند۔"

اسکے بعد لڑائی اور شکست کا واقعہ لکھا ہے، لیکن اسکی اصلیت صرف اسی قدر ہے کہ مصری بیڑے کے
اکثر افسر اور جہاز ران ترک تھے، اسی لئے مرآۃ سکندری (تاریخ گجرات) مین اس واقعہ کو ان الفاظ
مین لکھا ہے:

از انجا بواسطہ ظلم فرنگیان بطرف خطہ بمبین دمہائم عزیمت نمود، چون بخطہ آدون رسید
خبر آمد کہ ملک ایاز غلام سلطان، حاکم دیو (دیب) با لشکر روم در ساختہ وہ جہاز رومی را ہمراہ خود
برداشتہ بہ بندر چیول رفتہ با فرنگیان بقصد جنگ کردہ (صفحہ ۲۱۷ بمبئی)

لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ ۹۱۳ھ کے جنگی جہازات مصر کے سلطان غوری نے بھیجے تھے جیسا کہ ریاض السلاطین (تاریخ بنگالہ) مین ہے،

چنانچہ سلطان قانصوغوری امیرحسین سردارے را با سیزدہ منزل غراب (کشتی) مملوے مردم جنگی و آلات کارزار روانہ ساحل ہند ساخت و سلطان محمود گجراتی و سلطان محمود دکنی نیز از بندر دیو سورت و گولہ و دابل و جیبول بعزم جنگ با فرنگیان جہازات در غایت استعداد مرتب ساختند"

یہ وہ زمانہ تہا جب ہندوستان مین تیموری بادشاہ تھے، اور نہ ترک خادم الحرمین الشریفین، ۹۲۳ھ مین سلطان سلیم نے مصر و شام و عرب کی زمام حکومت اپنے ہاتھ مین لی، اور اسکے چند سال بعد تیموری ستارۂ اقبال ہندوستان کے افق پر طلوع ہوا، ۹۲۶ھ سے لیکر ۹۷۴ھ تک کا زمانہ سلطان سلیمان اعظم بن سلطان سلیم کی فرمانروائی کا عہد ہے، یہ وہ زمانہ ہے جسمین ہندوستان مین بڑے بڑے انقلابات پیدا ہوئے اور مٹ گئے اور پھر ابھرے، ۹۳۲ھ مین لودیون کو مٹا کر بابر نے ہندوستان لیا، ۹۳۷ھ مین ہمایون تخت نشین ہوا، ۹۴۷ھ مین **شیر شاہ** نے ہمایون سے دلی کا تخت چہین لیا، ۹۶۲ھ مین ہمایون نے پھر ہندوستان کا تاج اپنے سر پر رکہا، ۹۶۴ھ مین **اکبر** نے ہندوستان کے تخت کو زینت دی،

اس تمام عرصہ مین پرتگالیون کی بحری جرأتین برابر ترقی کرتی رہین، اور مسلمانون اور ممالک اسلامیہ کی تباہی و بربادی کے واقعات ہمیشہ رونما ہوتے رہے، ان اطراف مین گجرات کی اسلامی سلطنت سب سے زیادہ بحری طاقت رکہتی تھی، وہ بھی پرتگالی جہازون اور توپون کے سامنے بیدست و پا ہورہی تھی، ناچار اسکو اپنی فریاد آستانۂ خلافت تک پہنچانا پڑی، "مورخین کی تاریخ عالم" مین ہے کہ بہادر شاہ سلطان گجرات کے دربار سے ایک سفیر پرتگیزون کے مقابلہ مین اعانت طلبی کے لئے قسطنطنیہ حاضر ہوا، جنہون نے کچھ دنون پہلے دیب کا بندر بہادر شاہ سے چہین لیا تہا، ۱۵۶۴ء مین ہندوستان کے ایک بادشاہ علاؤالدین کی طرف سے ایک سفیر قسطنطنیہ اس غرض سے حاضر ہوا کہ پرتگیزون کے مقابلہ مین سلطان کی امداد حاصل کرے[1]"

۹۲۱ھ - ۱۵۱۵ء - ۱۵۱۶ء مین پرتگالیون نے عدن پر حملہ کیا، عرب شیخ اس حملہ کی مدافعت نہ کرسکا اور اس نے ہتہیار رکہدیے، یہان سے اٹہکر پرتگالیون نے جدہ پر حملہ کیا، یہان کا رئیس سلیمان مصر کے سلطان کی طرف سے گورنر تہا، اس نے انکو ناکام واپس کردیا، پرتگالی یہان سے پھر کر واپس آنا چاہتے تھے کہ کامران پہنچکر مانسون بدل گیا، اب یہ پھر عدن کی طرف لوٹے، اتنے عرصہ مین عربون نے اپنے مسمار شدہ قلعہ کی مرمت کرلی تھی، اب پرتگالی جدہ کے قریب جیسے ہی پہنچے تھے کہ انہین معلوم ہوا کہ اب مصر و بحر احمر کی حکومت مصری ممالیک کے کمزور ہاتہون سے نکل کر سلطان قسطنطنیہ کے مضبوط ہاتہون مین آگئی ہے، یہ خبر برق و صاعقہ بنکر ان پر گری، اور ترکون کا نام سنکر کانپ اٹھے، جدہ کے گورنر رئیس سلیمان نے بروقت سلطان سلیم کی اطاعت کا اعلان کردیا، سلطان نے چاہا کہ فوراً مصری بیڑہ کو پرتگالیون کے مقابلہ کے لئے بھیجا جائے، مگر معائنہ سے ظاہر ہوا کہ اسمین کچھ دم نہین ہے، اس نے

---

[1] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۲۴ صفحہ ۷۷ ۔ ۴۷۴، ترکون اور پرتگالیون کی بحری معرکہ آرائیون کے واقعات کے چار ماخذ ہین، حجاز اور یمن کی پچہلی عربی تاریخین مثلاً اعلام بیت اللہ الحرام، البرق الیمانی فی الفتح العثمانی، روح الروح فیما بعد المائۃ التاسعۃ من الفتوح، اور ایک گجرات کی عربی تاریخ ظفر الوالہ بتاریخ مظفر و آلہ، فارسی تاریخون مین فرشتہ، تحفۃ المجاہدین، ریاض السلاطین، مرآۃ سکندری، ترکی مین مرآۃ الممالک، اور حاجی خلیفہ کی تاریخ، چوتہا ماخذ پرتگالی بیانات ہین، جنمین بہت سے ایسے واقعات ہین جو دوسرے ماخذون سے نہین ملتے، رائل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل لندن کے جنوری نمبر مین ایک مضمون نگار نے اس سلسلۂ جنگ کے تمام پرتگالی معلومات یکجا کردیے ہین، اور اسی سال کے دسمبر نمبر مین ایک اور عالم نے عربی و فارسی و ترکی معلومات کو یکجا کردیا ہے، جن صاحبون کو ان معرکون کی تفصیل درکار ہو وہ انکی طرف توجہ کرین، اگر فرصت ملی تو یہ دلچسپ مضامین معارف کے ذریعہ کبھی آپکے سامنے آجائینگے،

حکم جاری کیا کہ سوئز مین بحر احمر کے ناکہ پر فوراً ایک زبردست بیڑہ تیار کیا جائے، لیکن اس سے پہلے کہ یہ تجویز تکمیل کو پہنچے سلطان نے ۱۵۱۹ء مین وفات پائی،

سلطان سلیمان کی تخت نشینی کے بعد چند سال تک یہ تجویز اسلئے معطل رہی کہ رئیس سلیمان، اور ایک دوسرے چرکسی افسر حسین نام مین جو جدہ کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تہا، رشک و منافست پیدا ہوگئی تھی، پرتگالیون نے جدہ سے واپس جاکر ۱۵۱۷ء مین حبشی سواحل کی عرب آبادیون پر دہاوا کیا، زیلع (سمالی لینڈ) کو برباد کیا، دوسرے سال بربرہ کو تاخت و تاراج کیا، ان اضلاع کے عرب مسلمان اور حبشی عیسائیون کے درمیان اختلافات پیدا تھے، پرتگالی حبشی عیسائیون کے طرفدار تھے، اور ترک عربون کے پشت پناہ تھے عربون کو یقین تہا کہ پرتگالی ترکی بیڑہ کا مقابلہ نہین کرسکتے، اسلئے پرتگالیون کو اپنا بحری وقار قائم رکہنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ضرور پڑا، ۱۵۲۳ء مین ایک پرتگالی بیڑہ بحر احمر کے حبشی ساحل مصوع (ابریٹریا) کو اس غرض سے بھیجا گیا کہ حبشہ کے دربار مین جو پرتگالی سفیر بھیجا گیا تہا اسکو واپس لے آئے مگر انکو اسمین ناکامی ہوئی، ۱۵۲۴ء مین پرتگالیون نے پھر عدن کا رخ کیا، اور عرب شیخ کو اطاعت پر مجبور کیا مگر یہ تدبیر بیسود رہی۔

دوسرے سال رئیس سلیمان کی ماتحتی مین ایک ترکی بیڑہ نے عدن کا محاصرہ کیا، مگر پرتگالیون نے اسکو شکست دی مگر اس سے ترکی امیر البحر دل شکستہ نہین ہوئے، وہ برابر بحر ہند مین پرتگالیون پر حملے کرتے رہے، یہانتک کہ وہ گجرات کے سواحل تک پہنچ گئے، جہان ان مین اور پرتگالیون مین باہم متعدد معرکے پیش آئے، اسکے بعد سلطان سلیمان نے سوئز کے کنارہ ۷۶ جہازون کا ایک بیڑہ تیار کرایا جنمین ۲۵ بڑے جہازات اور بہت سی باربرداری کی چہوٹی کشتیان تہین، اور انکو مستحکم اور طاقتور سامان اسلحہ سے مسلح کیا، ترکی مورخ حاجی خلیفہ کے بیان کے مطابق ان مین تیس ہزار فوج جنمین سات ہزار ینگچری (ترکون کی ایک بہترین فوج کا نام) سپاہی تھے، ہندوستان کے سواحل کی طرف روانہ کئے گئے،

یہ تمام لشکر، سامان اور جہازات سلیمان پاشا والی مصر کی سرکردگی مین تھے، ایک پرتگالی ملاح حضرموت کے پاس شحر مین مقید تہا، اس نے اس بیڑہ کو ہندوستان تک پہنچانے کے لئے اپنی خدمات پیش کئے مگر اس سے پہلے کہ یہ مہم آگے بڑھے وہ قید سے بہاگ کر پرتگال کو چلدیا، اور وہان جاکر ترکون کے بحری ارادون کے تمام راز افشا کردیئے، مگر اب یہ اسقدر بے وقت ہوچکے تھے کہ ہندوستان کے پرتگالیون کو اب کوئی فائدہ نہین پہنچایا جاسکتا تہا۔

گجرات کی فوج مین بہت سے ترک داخل ہوگئے تھے، اونہون نے ترکی فوجی قاعدہ سے لشکر کو ترتیب دیا اور میدان جنگ کو آراستہ کیا، جون ۱۵۳۸ء مین خشکی سے اس فوج نے دیب پر حملہ کیا، دمبدم ترکی بیڑہ کے سمندر سے آنے کی خبرین گو این پہنچ رہی تہین، آخر پرتگالی بڑے نقصانات کے بعد دیب سے اپنے توپخانہ کو بچالائے، اگست کے آخر مین ترکی طلایہ کا سب سے اگلا چہوٹا جہاز منگرول (کاٹھیاوار) پہنچا یہان ایک پرتگالی جہاز تاک لگائے بیٹہا تہا، اس نے فوراً گوا خبر کی، اسوقت سوء اتفاق سے سمندر کی رت ایسی بدلی ہوئی تھی کہ مانسون ٹہر گیا تہا اور جو ہلکی ہوا سمندر مین چل رہی تھی وہ عظیم الشان ترکی بیڑہ کی رفتار کے لئے بالکل نامناسب تھی، پرتگالی بحر ہند کے موسم سے اچہی طرح واقف تھے، اسی سے ان کے جہاز چہوٹے اور ہلکے تھے، برخلاف اسکے ترک جو بحر متوسط کا تجربہ رکہتے تھے، اور اسلئے چہوٹے اور ہلکے جہازون کے بجائے وزنی اور بڑے جہازات انہون نے بنوائے تھے، جو یہان کے بالکل نامناسب تھے،

سلیمان پاشا ۲۲- جون ۱۵۳۸ء کو سوئز سے نکلا تہا، جدہ مین تہوڑے دن قیام کے بعد عدن آیا اور ۳- اگست سے ۹- اگست تک اسلئے اسکو یہان ٹہرنا پڑا کہ اس اہم بندر پر جو عازی بن داؤد نام ایک عرب شیخ کے ماتحت تہا اپنا پورا قبضہ جالے، پاشا نے دہوکے سے اور موجودہ سیاسی زبان مین کہیئے تو "ڈپلومیسی" سے عدن پر قبضہ کرلیا، اور یہان تہوڑی سی فوج چھوڑ کر سواحل گجرات کی طرف روانہ ہوا،

۵- ستمبر ۱۵۳۸ء کو یہ بیڑہ دیب پہنچا، اور گجراتیون کے ساتھ مل کر پرتگیزیون پر حملے شروع کر دیے، اسی اثنا مین مانسون ختم ہوگیا، اور ترکی بیڑہ کو کسی محفوظ مقام مین پناہ لینے کی ضرورت ہوئی، چنانچہ دیب سے ۲۰ میل ہٹ کر مظفرآباد کا بندر انتخاب کیا گیا، اس حرکت اور تبدیل مقام مین موسم کی خرابی سے باربرداری کے چار جہاز ٹوٹ گئے، اور سامان جنگ جو اُسپر لدا ہوا تھا، وہ متفرق سواحل پر پراگندہ ہوگیا، تین ہفتون کے بعد یہ جہازات پھر اس لائق ہوئے کہ دیب مین لائے جائین، اور اب پرتگالی بندرگاہ کا محاصرہ نہایت سختی سے کیا گیا، اور ایسی توپین استعمال کی گئین جن سے ۹۰ سے ۱۰۰ پونڈ تک کے گولے پھینکے جاتے تھے یہ گولہ باری ۵، اکتوبر سے ۵- نومبر تک بڑی تیزی سے جاری رہی، اس درمیان مین پرتگالیون کی نئی کمک کچھ آگئی، مگر تاہم وہ اس قابل نہ تھے کہ وہ ترکی بیڑہ کا کامیاب مقابلہ کر سکین، مگر عجیب بات یہ ہے کہ انہین سرگرم حملون کی ایک صبح کو دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ ترکی بیڑہ نے دفعتہً لنگر اٹھا کر کوچ کر دیا، اور پرتگالی کامل شکست سے بچ گئے۔

مورخین نے اس ناگہانی انقلاب کے مختلف وجوہ اور اسباب بیان کئے ہین، ترکی مورخ حاجی خلیفہ، ہندوستان کے مورخین مین صاحب تحفۃ المجاہدین، مصنف مرآۃ احمدی، مصنف ریاض السلاطین اور عرب مورخون مین سے صاحب ظفرالوالہ وغیرہ یہی بیان کرتے ہین کہ گجراتیون نے رسد اور آذوقہ کا سامان بھیجنا بند کر دیا، اور اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے جیسا کہ ظفرالوالہ نے لکھا ہے کہ پاشا نہایت خودرائے تھا امراے گجرات کو اپنی خودآرائی اور استبداد سے آزردہ کر دیا، بہرحال نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ مسلمان اتحادیون کے باہمی اختلاف سے میدان جیتتے جیتتے رہ گیا، سلطان سلیمان کو جب یہ خبر پہنچی تو اسکو بہت تکلیف ہوئی، اور سلیمان پاشا بارگاہِ خلافت مین معتوب ہوا، سلطان نے غضبناک ہوکر کہا،

ما ارسلناک الا لاخراج الفرنج من الدیو ونصرۃ لصاحبها لا سلامۃ علی المسلمین بالهند

مین نے تم کو دیب سے فرنگیون کو نکالنے کے لئے اور وہان کے بادشاہ کی مدد کے لئے بھیجا تھا، ہندوستان کے مسلمانون پر حاکم بناکر نہین بھیجا تھا۔

۱۵۵۱ء مین گجراتیون نے دیب پر دوبارہ حملہ کیا، اور گو عملاً اسمین ترک شریک نہ تھے مگر اہل یورپ کا بیان ہے کہ بہرحال اسکا نقشہ تمامتر ترکون کا تیار کیا ہوا تھا، ترکون کی اس ناکامی سے پرتگالیون کے حوصلے بہت بڑھ گئے، اور انھون نے عدن پر جا کر براے نام دوبارہ قبضہ کر لیا، اور حضرموت کے دوسرے بندرگاہ بھی اُنکے اثر و اقتدار مین آگئے، اسوقت حبشہ کا ملک عیسائیون اور مسلمانون کے درمیان معرکہ سیاست تھا، حبش کی قدیم عیسائی سلطنت اور سواحل حبش کے مسلمان عرب قبائل باہم نبرد آزما تھے ترکون نے اس میدان کے لئے اپنے توپچی بھیجے جنھون نے عرب قبائل کی جنگی حیثیت کو درست کیا پرتگالیون نے بڑی جرارت کر کے حبشہ کی امداد کے لئے بحر احمر مین اپنے بیڑہ کو ڈال دیا، ۱۵۵۱ء مین سلطان نے ایک مضبوط ترکی بیڑہ پیری بے ایک مشہور ترکی امیرالبحر کے زیر سرکردگی سوئز سے بحر ہند مین بھیجدیا، یہ بیڑہ عرب کے سواحل مین عدن، شحر، ظفار وغیرہ سواحل کو صاف کرتا ہوا مسقط پہنچا یہان اُس نے پرتگیزی بیڑہ کو غافل پاکر نہایت آسانی سے اُسکو پکڑ لیا، اور آگے بڑھتا ہوا خلیج فارس کے سواحل سے پرتگیزون کو ہٹاتا ہوا ہرمز پہنچا، یہان سخت معرکہ پیش آیا، دشمنون کو ایک تازہ بحری مدد پہنچ گئی، جس نے ترکی بیڑہ کو منتشر کر دیا، پیری بے بمشکل دو جہازون کو لیکر بحر ہند سے بحر احمر مین داخل ہو گیا لیکن جہازون کا بڑا حصہ خلیج فارس مین قید ہوگیا۔

سلطان نے مراد بے ایک دوسرے افسر کو متعین کیا کہ وہ خشکی سے بصرہ پہنچکر بیڑہ کو خلیج فارس سے نکال کر بحر احمر مین واپس لے آئے، مراد بے انتہائی جرارت سے کام لیکر ہرمز کے سامنے نمودار ہوا، یہان پرتگالی بیڑہ اسکی تاک مین لگا تھا، ایک سخت معرکہ پیش آیا، جسمین دو ترکی افسر سلیمان رئیس (کپتان) اور رجب رئیس کام آئے، جہازون کا بڑا حصہ ڈوب گیا، اور باقی نے بھاگ کر پھر بصرہ کے ساحل مین پناہ لی، سلطان نے اخیر مین اپنے مشہور ترین امیرالبحر سیدی علی کو جو بار بروسہ کی

ہاتھی مین کام کرچکا تہا، اس اہم ذمہ داری پر مامور کیا کہ بقیہ پندرہ جہازون کو نکال کر بحر احمر مین لائے سیدی علی نے اپنا سفرنامہ آپ لکہا ہے، جسکے ترجمے مختلف زبانون مین ہوچکے ہین، اور انگریزی سے اسکا مسخ اور غلط شدہ ترجمہ اردو مین (کارخانۂ وطن) مین بھی چھپ چکا ہے، سیدی علی نے اس مختصر سفرنامہ مین اپنی مصیبت کی پوری سرگذشت لکھی ہے،

یکم شوال ۹۶۱ھ کو بصرہ سے اپنے جہازات لیکر یہ خلیج فارس کے کنارہ کنارہ روانہ ہوا، بصرہ سے بوشہر، بوشہر سے قطیف (بحرین) پہنچا، اسکے بعد جب راس موسندام کے قریب پہنچا تو پرتگیزی بیڑہ کو اپنا منتظر پایا، ایک سخت معرکہ کے بعد پرتگیزیون کو شکست ہوئی اور سیدی علی نے اپنے آگے کا راستہ صاف کرلیا، اور کہلے سمندر مین گہسکر وہ مسقط (عمان) کے سامنے نظر آیا، یہان پرتگیزی قبضہ تہا، جہان اُنکے جہازات پہنچکر اور پہلے سے درست ہوکر دوبارہ سامنے آئے اور ترکی بیڑہ کا آگا روک لیا، ایک خونریز جنگ ہوئی جسمین طرفین کا سخت نقصان ہوا، اور جب دونون کے بیچ مین رات کا پردہ حائل ہوگیا تو دونون ایک دوسرے سے الگ ہوگئے، اتنے مین موسم ایسا بدلا اور ہوا اسقدر تیز ہوگئی کہ سیدی علی کا سمندر کے کنارہ کنارہ جانا ناممکن ہوگیا، گہرے پانی مین جاکر رات کی تاریکی مین سواحل عرب کے بجاے وہ بلوچستان کے ساحل پر نکل آیا، چندروز کی آوارہ گردی کے بعد اس نے پھر بحر احمر کا رخ کیا، مگر دفعتہً طوفان اس زور کا اُٹہا کہ وہ پھر بہکر بحر ہند مین آگیا، گجرات کے ساحل نظر آنے لگے اور دمن کا بندرگاہ بھی ملا، لیکن یہان سے جلد نکل کر سورت کے بندرگاہ مین آکر دم لیا، سیدی علی نے تہک کر جہازون کو یہین چھوڑا اور خشکی کا راستہ اختیار کیا، اسوقت آگرہ مین ہمایون تخت نشین تہا، یہ ہمایون سے ملتا ہوا، افغانستان و ایران ہوکر عراق مین داخل ہوگیا، اور یہین پر یہ مہم ختم ہوگئی،

حبش، عرب اور ہند کے اسلامی مقبوضات کی حفاظت وحمایت کی راہ مین سلطان سلیمان کی یہ آخری کوشش تہی، گو اسکے بعد بھی کبھی کبھی پرتگالیون سے معمولی چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی مگر کوئی بڑا مقابلہ

پیش نہین آیا، سلطان **مراد** سوم کے زمانہ مین (۹۸۲ھ تا ۱۰۰۳ھ) اس راہ مین پھر ایک نئی کوشش کا آغاز ہوا، اور مشرقی افریقہ کے ساحل پر ایک معرکہ پیش آیا، ۹۹۳ھ مین حسن پاشا والی یمن نے علی بیگ کی سرداری مین پرتگالیون کے مقابلہ کو بیڑہ روانہ کیا، علی بیگ نے ۱۵۸۰ء مین مسقط پر کامیاب حملہ کیا، اب پرتگال بھی کمزور ہوچلا تہا، اور سمندر مین ڈچ اور انگریز جہازات بھی دکہائی دینے لگے تھے، ۱۵۸۴ء مین والی نے دو جہاز باب المندب سے نکال کر شرقی افریقہ کے ساحل پر بھیجے، تاکہ بحر احمر کے بیڑہ کے لئے افریقہ سے لکڑی ہاتھ آئے، علی بیگ ان جہازون کو لیکر افریقہ کے ساحل پر پہنچا، اور ہر جگہ یہ خبر پہیلادی کہ ایک بہت بڑا ترکی بیڑہ پرتگالیون کو ان مقامات سے نکالنے کے لئے پیچھے آرہا ہے، پرتگالیون کی کمزوری نے اس افواہ کو اور زیادہ مضبوط کردیا، سواحل اور جزیرون کے عربون نے علانیہ ٹرکی کی حمایت کا اعلان کردیا، موگاڈیشو، برادا، اور لاموجزائر اور ممباسہ نے ترکی حفاظت قبول کرلی، اور مالیندی کے سوا ان اطراف مین کوئی مقام پرتگالیون کے پاس نہین رہ گیا، پرتگالیون نے ایک بیڑہ بحر احمر مین بہیجا مگر وہ اسقدر ناقابل تہا کہ واپسی مین علی بیگ کے ان جہازون کو بھی پکڑ نہ سکا، جو سامان اور تحائف اور ایک پرتگالی جہاز بھی مال غنیمت مین اپنے ساتھ لارہے تھے رجب ۹۹۳ھ مین یہ ترکی جہاز سامانون سے لدے ہوئے یمن کے ساحل پر لنگر انداز ہوئے ۱۵۸۹ء مین والی نے علی بیگ کو چند اور جہازات دیکر پھر روانہ کیا، مالندی کے علاوہ اور تمام افریقی سواحل وجزائر کے عربون نے علی بیگ کا نہایت مسرت سے خیر مقدم کیا، پرتگالیون نے علی بیگ پر حملہ کرکے اُسکو ممباسہ چلے جانے پر مجبور کیا، پرتگالی افریقی مجمع الجزائر مین پہنچے تو انہین خبر لگی کہ ترک مالندی پر قبضہ کرنا چاہتے ہین، با این ہمہ علی بیگ کے کارنامے نامکمل رہے،

اب یہ وہ وقت تہا جسمین بحری کارنامون کے میدان مین نئے نئے تازہ دم پہلوان اُتر آئے تھے، جنمین سب سے پیش پیش انگریز تھے، انگریزون اور اسپین و پرتگال کے درمیان بحری لڑائیان چھڑگئین

اور اسپین و پرتگال کے فخر و غرور کا سب سے بڑا سامان آرمیڈا کو انگریزون نے ڈبا کر ہمیشہ کے لئے انکی بحری قوت کا خاتمہ کر دیا -

واقعات کے تسلسل مین یہ بتانا رہ گیا کہ پرتگالیون نے جدہ پر جو حملہ کیا تہا وہ کیونکر دفع ہوا، حج کا موسم قریب تہا، شریف ابو نمی نے جو اسوقت مکہ کا امیر تہا، اس نے جہاد کا عام اعلان کیا، مسلمانون کی بہت بڑی جماعت اسکے جہنڈے کے نیچے جمع ہوگئی، اور خشکی مین پرتگالیون سے ایک گہمسان لڑائی ہوئی جسمین انکو کامل شکست ہوئی، سلطان سلیمان نے اسال شریف کے لئے جو خلعت بہیجا تہا وہ اسی میدان جنگ مین اس نے پہنا، سلطان کو جب واقعہ معلوم ہوا تو نہایت مسرت وشادمانی ظاہر کی اور شریف کا اعزاز اسکی نگاہون مین اور زیادہ بڑھگیا، چنانچہ جدہ کی نصف آمدنی اُس نے شریف کے نذر کردی -

اس پوری داستان کو پڑھکر مسلمان یہ سمجھین گے کہ خلافت عثمانیہ نے سواحل حبش وسواحل عرب وہند کو پرتگالیون کے دست حرص وآز سے بچانے کے لئے کیا کیا کوششین نہ کین اسوقت جب یورپ دنیاے اسلام کے قتل عام کی اُن سازشون مین مصروف تہا جو ایک ایک کرکے سامنے آتی گئین، اور ترک انکو قریب سے دیکھکر مضطر اور بیچین ہو رہے تھے، تو ہم آپس کی خانگی نبرد آزمائیون مین مصروف تھے، اسوقت ترک ہم کو دیکھکر ہم پر ماتم کر رہے تھے، اور ہم اپنے آپکو اپنی بزم طرب مین دیکھکر خوش اور شادمان تھے، وہ اسوقت اپنی دولت وخزانہ کو بحر ہند وبحر عرب مین اسلام کی حفاظت کی خاطر غرق کر رہے تھے، اور ہم اپنے خزانے رقص وسرود کی محفلون مین لٹا رہے تھے، وہ اسوقت سمندر کے عمیق قعرون کو اپنے عزیزون اور فرزندون کی بے گور وکفن لاشون سے پاٹ رہے تھے اور ہم آگرہ ودلی مین عیش وآرام کے بستر پر کروٹین بدل رہے تھے، اور ہان عین اسوقت جب ترک وپرتگال باہم خونِ ارغوانی کی پچکاری اڑا رہے تھے ہم اپنی محفلون مین بیٹھے شراب پرتگالی کے خم کے خم لنڈہا رہے تھے، اور ہولی کہیل رہے تھے -

---

مسئلہ تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد

(۲)

از مولوی ابو الحسنات ندوی رفیق دار المصنفین

یہ تصویر کا ایک رخ ہے، اس موقع پر اس گروہ کے استدلال کا تذکرہ بھی ضروری ہے، جو یہ کہتا ہے کہ "تین طلاقین جو جملۂ واحد یا مجلس واحد مین دیجائین تین طلاقین ہونگی، اور ایسا کرنیوالے پر اسکی بیوی حرام ہو جائیگی" کیونکہ اس کے بغیر فریقین کے دلائل کا صحیح موازنہ نہین ہو سکتا جن احادیث کی بنا پر اس دوسرے گروہ کی یہ راے ہے وہ حسب ذیل ہین :-

[۱] فی صحیح البخاری من حدیث القاسم	صحیح بخاری مین حضرت قاسم کے ذریعہ سے حضرت عائشہ سے
بن محمد عن عائشہ ام المومنین ان	مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقین دین
رجلا طلق امرأتہ ثلاثا فتزوجت	اور اس عورت کی شادی ہوئی، پھر اسکو طلاق دیدی گئی
فطلقت، فسئل رسول اللہ صلعم	اس بارہ مین رسول اللہ صلعم سے پوچھا گیا کہ اب وہ پہلے
اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلتھا	شوہر کے لئے جائز ہے، آپ نے فرمایا نہین یہانتک کہ
کما ذاق الاول،	اس سے دوسرا شوہر بھی متمتع ہو جسطرح کہ پہلا متمتع ہوا تہا -

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمع طلاق ثلاثہ کو رسول اللہ صلعم نے ناپسند نہین فرمایا، اور یہی وجہ اسکے جواز کی ہو سکتی ہے، اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایسی طلاق بیوی کو حرام کر دیتی ہے، ورنہ یہان شوہر اول کی طرف رجعت شوہر ثانی کے ذوق عسیلہ پر موقوف نہوتی،

[۲] عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن ان فاطمۃ	ابو سلمہ سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے انکو خبر دی کہ

بنت قیس اخبرته ان زوجها ابا حفص بن المغیرة المخزومی طلقها ثلاثا ثم انطلق الی الیمن فانطلق خالد بن الولید فی نفر فاتوا رسول الله صلعم فی بیت میمونة ام المؤمنین فقالوا ان ابا حفص طلق امرأته ثلاثا فهل لها نفقة فقال رسول الله صلعم لیس لها نفقة وعلیها العدة

ان کے شوہر ابوحفص نے انکو تین طلاقین دین اور یمن چلے گئے، خالد کچھ لوگون کے ساتھ ام المومنین حضرت میمونہ کے گھر مین رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور پوچھا کہ ابوحفص نے اپنی بیوی کو تین طلاقین دی ہین کیا انکی بیوی کو نفقہ ملیگا، آپنے فرمایا نہین اسپر عدت واجب ہے

(۳) روی عبد الرزاق فی مصنفه عن یحیی بن العلاء عن عبید الله بن الولید الوصافی عن ابراهیم بن عبید الله بن عبادة بن الصامت عن داؤد عن عبادة بن الصامت قال طلق جدی امرأة له الف تطلیقة فانطلق ابی الی رسول الله صلعم فذکر له ذلک فقال النبی صلعم ما اتقی الله جدک اما ثلث فله واما تسعمائة وسبعة وتسعون فعدوان وظلم ان شاء الله عذبه وان شاء غفر له

عبدالرزاق نے اپنی کتاب مصنف مین یحیی بن العلاء سے روایت کی ہے کہ عبادہ بن الصامت نے کہا میرے دادا نے اپنی ایک بیوی کو ہزار طلاقین دین، میرے باپ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر اسکا ذکر کیا، آپ نے فرمایا تمہارے دادا نے خدا کا خوف نہ کیا، ان مین سے تین طلاقین تو اسکے لئے ہین اور بقیہ ۹۹۷ سرکشی اور ظلم ہین، خدا چاہیگا تو عذاب دیگا یا چاہیگا تو بخشدیگا۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر کا جو واقعہ ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کو حالت حیض مین طلاق دی اور جب اسکی خبر رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو آپ نے حکم دیا کہ عبداللہ رجعت کرلین کیونکہ یہ خدا کے بتائے ہوئے طریق طلاق کے بالکل خلاف ہے، اسی واقعہ کی ایک روایت کیقدر اضافہ کے ساتھ بھی پائی جاتی ہے جسکے الفاظ یہ ہین، حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہین،

فقلت یا رسول الله لو کنت طلقتها ثلاثا اکان لی ان اراجعها قال اذا کانت تبین وتکون معصیة،

مین نے کہا یارسول اللہ صلعم اگر مین نے تین طلاقین دی ہوتین تو کیا پھر بھی مجھے حق رجعت حاصل ہوتا، فرمایا نہین وہ بائن ہوجاتی اور معصیت ہوجاتی

(۵) عن نافع عن ابن عجیر بن عبد یزید بن رکانة ان رکانة ابن عبد یزید طلق امرأته سهیمة البتة فاخبر النبی صلعم بذلک فقال رسول الله صلعم ما اردت قال رکانة والله ما اردت الا واحدة فردها الیه رسول الله صلعم،

نافع روایت کرتے ہین کہ رکانہ ابن عبد یزید نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق بتہ دی، رسول اللہ صلعم کو اسکی خبر ہوگئی، آپ نے ان سے پوچھا تمہاری مراد کیا تھی رکانہ نے کہا خدا کی قسم مین نے صرف ایک مراد لی تھی، یہ سنکر رسول اللہ صلعم نے انکی بیوی انکو لوٹا دی،

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر رکانہ اس طلاق بتہ سے تین طلاقین مراد لیتے تو تین طلاقین واقع ہوجاتین، جیسا کہ انکی اس تصریح سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھون نے جب ایک طلاق مراد لینے کو حلفاً بیان کیا تو رسول اللہ صلعم نے ایک ہی طلاق شمار کی اور انکو حق رجعت دیا۔

انہی روایات کی بنا پر دوسرے گروہ نے یہ رائے قائم کی ہے کہ تین طلاقین جو بیک جلسہ دیجائین، طلاق بائن ہونگی، اور ایسا کرنے والے کی بیوی اُسپر حرام ہوجائیگی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان مین سے کوئی روایت بھی ان کے اس خیال کی تائید و توثیق نہین کرتی، پہلی حدیث جو حضرت عائشہ سے مروی ہے، ہر طرح محفوظ و مصئون اور بالکل صحیح ہے، لیکن اسکا مطلب سمجھنے اور اس سے استدلال کرنے مین سہو ہوگیا ہے، "ان رجلا طلق امرأته ثلاثا" سے یہ کیونکر ثابت ہوسکتا ہے کہ شوہر نے تین طلاقین بیک جملہ یا بیک مجلس دین، نہ تو اس روایت مین اسکی کوئی تصریح ہے، اور نہ کوئی اشارہ وکنایہ، جس سے یہ سمجھا جاسکے کہ "طلق امرأته ثلاثا" سے ایک جملہ یا ایک مجلس مین تین طلاقین دینا مقصود ہے، بلکہ بخلاف اسکے جواب مین رسول اللہ صلعم کا یہ فرمانا "لا حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول" اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ تین طلاقین قرآن مجید کے حکم کے مطابق تطلیقات ثلاثہ متفرقات تہین (کما صرح به بعض الاکابر وصرح العلامة ابن تیمیة فی الفتاوی)

لیکن اس سے الگ ایک بات ہے جو سب سے زیادہ واضح اور یقینی ہے، وہ یہ کہ اس حدیث کو اس بحث مین کوئی مدخل ہی نہین، درحصل یہ حدیث تو ان لوگون کے مقابلہ مین لائی جاسکتی جو یہ کہتے ہین کہ زوجہ مطلقہ شوہر اول کے لئے محض عقد ثانی کے وجود کے بعد ہی حلال ہوجاتی ہے روایت مین فعل رسول اللہ صلعم کے بعد جتنے الفاظ ہین وہ سب اسی مفہوم کو واضح کرتے ہین پس یہ حدیث حیلۂ تحلیل کی تردید مین لائی جاسکتی ہے، نہ کہ طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد کو طلاق رجعی قرار دینے کی تردید مین۔

دوسری روایت یعنی حدیث فاطمہ بنت قیس کا بھی یہی حال ہے کہ اسمین بھی تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد کی نہ تو تصریح ہے، اور نہ اسکے لئے کوئی کنایہ واشارہ، علاوہ برین صحیح مین خود فاطمہ کی روایت امام زہری عن عبید اللہ ابن عبد اللہ ابن عتبہ کی روایت سے مذکور ہے کہ

ان زوجھا ارسل الیھا بتطلیقۃ کانت بقیت لھا من طلاقھا — ان کے شوہر نے انکے پاس وہ طلاق بھیجی جو انکے طلاقون مین سے باقی رہ گئی تھی،

اور صحیح ہی مین ایک اور روایت ان الفاظ مین ہے،

انہ طلقھا آخر ثلاث تطلیقات — انھون نے تین طلاقون مین کی آخری طلاق انکو دی۔

اور یہ وہ روایت ہے جو آفتاب کی طرح صاف اور روشن ہے کما قال بہ العلامۃ ابن تیمیۃ فی الفتاوی

تیسری روایت اصول روایت کے لحاظ سے کوئی پایہ نہین رکھتی، اسمین یحیی بن العلاء ضعیف اور ابراہیم بن عبید اللہ مجہول ہے، پھر ایسی حدیث سے استدلال کیونکر صحیح ہوسکتا ہے، اور تاریخی حیثیت اسکی عدم صحت کا یہ واضح ثبوت ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت کے والد نے اسلام کا زمانہ ہی نہین پایا، پھر ان کا اپنے والد کے واقعہ طلاق کو لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہونا اور استفتا کرنا کیا معنی؟

حضرت عبد اللہ بن عمر کے اصل واقعہ و روایت غیر مزید علیہا کی صحت مین کوئی شبہہ نہین لیکن جس روایت کی بنیاد پر مستدل بہا زیادۃ "فقلت یا رسول اللہ لو طلقتھا ثلاثا" الخ نقل کی جاتی ہے اسکے تنہا راوی عطا خراسانی ہین، جنکی نسبت علمائے فن رجال مین اختلاف ہے، سعید بن مسیب انکی تکذیب کرتے اور ضعیف ٹہراتے ہین، شعبہ کہتے ہین کہ وہ بہت بھولتے تھے، لیکن سب سے زیادہ صحیح راے امام ابن حبان کی ہے، وہ کہتے ہین،

کان کثیر الوھم سیٔ الحفظ یخطی ولا یدری فلما کثر ذلک فی روایتہ بطل الاحتجاج بہ — وہم بہت تہا، حافظہ خراب تہا، غلطیان کرتے تھے اور انکو محسوس نہین کرتے تھے، پس جب یہ باتین بہت زیادہ ترقی کرگیئن تو انکی روایات سے استدلال کرنا باطل ہوگیا

اور یہ زیادۃ "فقلت یا رسول اللہ لو طلقتھا ثلاثا اکانت تحل لی" الخ ان کے سوا کسی دوسرے راوی کی روایت مین موجود نہین، تمام حفاظ حدیث اس زیادہ مین انکے مخالف ہین، پھر اسپر مزید یہ کہ اس روایت مین شعیب بن رزیق شامی یا بقول بعض زریق بن شعیب شامی کا بھی نام موجود ہے جو قطعاً ہر شخص کے نزدیک ضعیف ہے،

پانچوین روایت نافع ابن عجیر کی ہے جو مجہول الحال ہے، اس قابل نہین کہ ابن جریج و معمر وغیرہ کی روایت پر اسکو ترجیح دیجائے، امام بخاری کا قول ہے کہ اس روایت مین اضطراب ہے صاحب ترمذی نے امام بخاری سے بتصریح یہ روایت کی ہے کہ اس حدیث مین اسطرح اضطراب پایا جاتا ہے کہ بعض روایتون مین "طلق امرأتہ سھیمۃ البتۃ" مروی ہے، اور بعض روایتون مین "طلق امرأتہ سھیمۃ ثلاثا"۔ دوسرے یہ کہ اسکے رجال اسناد مین زبیر بن سعید ہاشمی ہے، جسکو متعدد ائمہ حدیث و رجال نے ضعیف کہا ہے، نافع کی روایت کے متعلق علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہین،

والمروی عن ابن عباس فی حدیث رکانۃ — حدیث رکانہ مین عکرمہ کی روایت ابن عباس سے زیادہ

من وجهين هو رواية عكرمة عن ابن عباس هو اثبت من رواية عبد الله بن علي بن يزيد بن ركانة ونافع ابن عجير انه طلقها البتة وان النبي صلعم استحلفه فقال ما اردت الا واحدة فان هولاء مجاهيل لا تعرف احوالهم وليسوا فقهاء وقد ضعف حديثهم احمد بن حنبل وابو عبيد وابن حزم وغيرهم (فتاوی ابن تیمیہ)

صحیح و ثابت ہے، بہ نسبت اس روایت کے جسکو عبد اللہ بن علی بن یزید اور نافع ابن عجیر روایت کرتے ہین جسمین یہ بیان کیا گیا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی اور جب رسول اللہ صلعم نے ان سے قسم لیکر انکی مراد پوچھی تو انہون نے بیان کیا کہ صرف ایک مراد لی تھی اسلئے کہ یہ لوگ مجہول الحال ہین اور فقیہ نہین ہین نیز انکی حدیث کو امام احمد، ابو عبید اور ابن حزم وغیرہ نے ضعیف ٹھرایا ہے۔

اس روایت بلفظ البتہ کے متعلق امام احمد کے الفاظ ہین،

"وطرقه كلها ضعيفة"

اسکے تمام طرق روایت ضعیف ہین،

"وحديث ركانة في البتة ليس بشئ"

اور رکانہ کی روایت بلفظ البتہ کوئی چیز نہین ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ احادیث مین سے کوئی حدیث صحیح بھی اس دوسرے گروہ کے خیال کی تائید نہین کرتی، حضرت ابن عباس کی روایت

كان الطلاق على عهد رسول الله صلعم وابي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا امرا كان لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم فامضاه عليهم،

عہد رسالت عہد خلافت صدیق، اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک تین طلاقین ایک طلاق کا حکم رکھتی تہین، لیکن کثرت طلاق کے واقعہ کے بعد حضرت عمر نے کہا کہ لوگون نے اس امر مین جلدی کی جسمین انکے لئے نرمی اور سہولت تھی، پس اگر مین اسکو ان پر نافذ کردون تو بہتر ہے، پھر آپ نے اسکو نافذ کردیا۔

کے متعلق اس دوسرے گروہ کے افراد کا عجیب وغریب حال ہے، کبھی تو وہ اسکے ابتدائی حصہ کو اپنے مقصود کے خلاف سمجھکر اسپر اعتراض کرتے ہین کہ یہ ایک ایسی حدیث ہے جسکو امام بخاری نے نہین لیا اور امام مسلم اسکی روایت مین امام بخاری سے منفرد ہین، لیکن ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہین کہ کیا صرف یہی ایک حدیث ہے جسمین امام مسلم منفرد ہین؟ اور کیا آپ حضرات کے نزدیک ہر وہ حدیث جسمین امام مسلم منفرد ہون ساقط الاعتبار ہے؟ کیا امام بخاری نے کہین یہ لکھدیا ہے کہ ہر وہ حدیث جسکو ہم نے صحیح مین داخل نہین کیا وہ باطل وضعیف ہے؟ اور ہان کیا یہ واقعہ نہین ہے کہ امام بخاری نے بہت سی ایسی حدیثون سے احتجاج کیا ہے جنکا ذکر انکی صحیح مین نہین ہے، اور متعدد ایسی حدیثون کی انہون نے توثیق وتصحیح کی ہے جسکو خود انھون نے داخل صحیح نہین کیا،

اور پھر کبھی یہی لوگ اس روایت کے آخری ٹکڑے کو اپنے دعوی کے مطابق خیال کرکے اسکو اپنے قول کی تائید مین پیش کرتے ہین اور اپنی اصابت رائے کے جوش مین مختلف تاویلون سے اسکی اہمیت کو بڑہاتے ہین، اور اسی سلسلہ مین تائید مزید کے طور پر یہ واقعہ بھی پیش کرتے ہین کہ اسی روایت کی بنیاد پر حضرت ابن عباس نے تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد کے لزوم کا فتوی بھی دیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود یہی روایت انکی کمزور حیثیت کا راز فاش کردیتی ہے کیونکہ اس روایت سے اتنا تو یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت، عہد خلافت صدیق اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک عام طور پر بلا اختلاف ایسی تین طلاقین جو بیک جلسہ دیجاتی تہین صرف ایک طلاق کے حکم مین ہوتی تہین، اور یہ یقینی طلاق رجعی ہے، البتہ حضرت عمر نے جب اپنے زمانہ مین دیکھا کہ لوگون نے طلاق کو ایک معمولی درجہ کی چیز خیال کرلیا ہے، اور تتابع طلاق ثلاثہ کے واقعات آئے دن بکثرت پیش آتے رہتے ہین تو آپ نے یہ مناسب خیال کیا کہ لوگون کو اس نامناسب طرز عمل سے روکنے کے لئے ایسی طلاقون کو طلاق بائن قرار دیدیا جائے تاکہ لوگ

نتیجہ کی سختی و نا خوشگواری محسوس کرکے آیندہ اپنے طرز عمل کو بدلنے پر مجبور ہو جائین،

گروہ ثانی (یعنی وہ لوگ جو تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد کو طلاق بائن قرار دیتے ہین) کا یہ خیال ہے کہ حضرت عمر کا یہ فعل حکم سابق کے لئے ناسخ ہے، لیکن اس نسخ کی انکے پاس کوئی دلیل نہین ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جو شریعت اپنی امت کے لئے چھوڑی اسمین آپ کے بعد کسی کو ترمیم و اضافہ کا حق نہین ہے، کسی خاص مسئلہ مین نفی و اثبات دونون قسم کے پہلو نکالنے کی صورت زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتی ہے کہ دونون قسم کی روایت خود رسول اللہ صلعم سے ثابت کیجائے، لیکن زیر بحث مسئلہ اس صورت مین بھی نہین آتا، رسول اللہ صلعم نے وفات پائی اور لاکھون ایسے اصحاب موجود تھے جنھون نے آپ کے اوامر و نواہی اور گفتگوئین سُنی تھین اس بڑی تعداد مین سے دس بیس بھی ایسے اصحاب نہین نکل سکتے، جنھون نے تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد یا بفم واحد کے بارہ مین رسول اللہ صلعم سے یہ روایت کی ہو کہ آپ نے ایسی تین طلاقون کو طلاق بائن قرار دیا، بخلاف اسکے عہد رسالت، عہد خلافت صدیق اور خلافت عمری کے ابتدائی دو سال تک تمام مسلمانون کا جو طرز عمل رہا وہ اس بات کی کافی شہادت ہے کہ تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد یا بفم واحد طلاق رجعی ہے -

تمام صحابہ کی جماعت مین بمشکل چار پانچ شخص ایسے نکل سکتے ہین جنکی راے بہ ثبوت اختلاف ایسی طلاق کو طلاق بائن قرار دیتی ہو، مثلاً حضرت ابن عباس کے اس بارہ مین دو قول ہین جنمین سے ایک کی بنا پر طلاق زیر بحث طلاق رجعی قرار پاتی ہے اور دوسرے کی بنا پر طلاق بائن - دوسرے حضرت ابن مسعود ہین جنکے ایک قول کی بنا پر یہ طلاق، طلاق بائن قرار پاتی ہے اور دوسرے قول مین توقف ہے، اسی طرح حضرت علی اور حضرت عمر کے فتوی ہین، لیکن اسکے سوا تمام صحابہ کی بیشمار تعداد ایسی طلاق کو طلاق رجعی قرار دیتی ہے، اس کثرت تعداد کے علاوہ اصولاً یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ

مذہبی نقطۂ نظر سے جب صحابہ کی روایت انکی راے سے متخالف ہو تو ہم کسکے پابند ہونے پر مجبور ہین؟ اگر یہ کہا جائے کہ ہم انکی راے کی پیروی کرنے پر مجبور رہین تو ہمین اس سے قطعاً اختلاف ہے کیونکہ ایسی بہت سی مثالین مل سکتی ہین جنمین صحابہ کی راے انکی روایت کردہ احادیث کے خلاف ہے، اور علماے سلف نے انکی راے کو لیا اور انکی روایت کو چھوڑ دیا، مثلاً خود حضرت ابن عباس کا فتوی یہ ہے کہ بیع الامۃ طلاقہا (لونڈی کو فروخت کردینا اسکی طلاق ہے) لیکن انہی کی روایت سے حدیث بیع و عتاق بریرہ اور اسکی تخییر مروی ہے، علماے مذاہب اربعہ نے انکی اس روایت کو تو تسلیم کیا لیکن انکے فتوی کی تقلید اپنے لئے ضروری نہین خیال کی، یا مثلاً حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت ہے کہ اگر کتا کسی برتن مین منہ ڈالدے تو اسکو سات مرتبہ دھونا چاہیئے، لیکن انکا فتوی اسکے خلاف ہے، علماء نے انکی روایت لی مگر انکے فتوی کو چھوڑ دیا، یہان اگر اس قسم کی مثالین جمع کیجائین تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے، سیکڑون مواقع ہین جہان علماء نے صحابہ کی راے کو نظر انداز کر دیا ہے، آیت "فأتوا حرثکم انی شئتم" کی حضرت ابن عمر نے جو تفسیر کی، جمہور علماء نے اسکو نظر انداز کر دیا، حدیث بیعین بالخیار کی انھون نے جو تشریح کی وہ اگرچہ ظاہر حدیث کے مطابق ہے پھر بھی امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے اسکو تسلیم نہین کیا، کیا یہ سب اسی اصول کے تحت مین نہین ہے؟ کہ

انما الاعتبار بما رووہ لاما رأوہ و فہموہ

صحابہ نے جو روایت کی وہ بے شبہہ قابل تسلیم و سند ہے لیکن جو کچھ وہ سمجھے یا جسکا انہون نے فتوی دیا اسکی پیروی ہم پر لازم نہین

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل (یعنی تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد کو طلاق بائن قرار دینا) نہ تو اصل حکم شریعت (یعنی ایسی طلاق، طلاق رجعی ہے) کے لئے ناسخ ہے، اور نہ ہم حدیث کے مقابلہ مین بعض صحابہ کے فتوی کی پیروی پر مجبور رہین، حضرت عمر نے جو کچھ کیا وہ نسخ نہین بلکہ تعزیر ہے

یعنی یہ کہ جب لوگون نے شریعت کے منشار کے خلاف کثرت طلاق پر عمل شروع کیا جس سے
صاف ظاہر ہے کہ طلاق کی اہمیت و استکراہ کا خیال انکے دلون سے زایل ہو چکا تہا تو بحیثیت
خلیفۂ وقت حضرت عمر نے یہ اپنا فرض تصور کیا کہ اس مذموم طرز عمل سے لوگون کو باز رکہین اسلئے
آپ نے تعزیرًا یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص ایسا کریگا اسکی بیوی اُسپر حرام ہوگی، غرض حضرت عمرؓ کا یہ
فعل صرف تعزیری حیثیت رکہتا ہے، جسکے بوقت ضرورت اجرار کا ایک خلیفہ کو یقیناً حق ہے اور
اس قسم کی تعزیر کی متعدد مثالین خود حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین مل سکتی ہین، مثلاً ایک یہی کہ
شرابیون کی حد پہلے چالیس کوڑے تہی لیکن حضرت عمرؓ نے اسکو اسّی کوڑے تک پہنچا دیا اور صرف
یہی نہین بلکہ آپ نے ایسا بہی کیا ہے کہ بعض شرابیون کے سر منڈوا کر اُسکو شہر بدر کر دیا، (اہل قبلہ
(یعنی مسلمان) سے جنگ کرنا شریعت نے جائز نہین رکہا، لیکن جب حضرت علی اپنے زمانۂ خلافت
مین ایسا کرنے پر مجبور ہو گئے تو آپ نے کیا اور اہل قبلہ کے خلاف تلوار اُٹہائی مگر کیا اسکی حیثیت
تعزیر سے کچھ زیادہ تہی؟ واقعہ یہ ہے کہ ان ناگزیر مواقع پر اصل حکم کے خلاف جو کچھ کیا گیا وہ صرف
وقتی تعزیر کے حکم مین ہے، یعنی جب نہایت تنگی و مجبوری کی حالت پیش آگئی تو خلفار نے ہنگامی طور پر
تعزیرًا لوگون کو ان حقوق سے محروم کر دیا جنکے وہ از روے احکام شریعت مستحق تہے پس ان
مستثنیٰ حالات کے سوا اصلی حکم شریعت آج تک بجنسہ قائم و باقی ہے، البتہ خلفاے راشدین کی ان
مثالون کی بنیاد پر زیادہ سے زیادہ یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے، کہ آج بہی کوئی خلیفہ و امام جب نہایت
تنگ و مجبورانہ حالت مین گرفتار ہو جائے تو انکی پیروی کرتے ہوئے وقتی طور پر اس قسم کا تعزیری
طرز عمل اختیار کر سکتا ہے،

ہم اس مسئلہ مین روایات کے تتبع سے اس نتیجہ تک پہنچے ہین کہ عہد رسالت سے لیکر عہد
خلافت عمری کے ابتدائی دو سال تک واقعتہً بلا اختلاف تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد یا بفم واحد

طلاق رجعی تہی، اختلاف راے کا آغاز حضرت عمر کے زمانہ مین اسوقت ہوا جب آپ نے کثرت
واقعۂ طلاق کی بنیاد پر تعزیرًا ایسی طلاقون کو طلاق بائن قرار دیا، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس
حضرت ابن مسعود، حضرت علی یا خود حضرت عمر جو ایسی طلاقون کو طلاق بائن قرار دیتے ہین تو اپنے
فتوی کی بنیاد پر قرار دیتے ہین، نہ کہ انحضرت صلعم سے کسی روایت کی بنیاد پر، کیونکہ ایسی کسی روایت کا
پتہ نہین چلتا کہ مذکورۂ بالا صحابۂ کرام مین سے کسی نے بہی جب یہ فتوی دیا تو رسول اللہ صلعم کی کوئی
حدیث پیش کی ہو، اس خیال کی تائید اس واقعہ سے بہی ہوتی ہے کہ حضرت عمر کے اس فیصلہ و
اعلان کے بعد حضرت ابن عباس وغیرہ نے کبہی کبہی فتوی دیتے وقت ایسی حالت ظاہر کی جس سے
انکے تردد و تذبذب کی کیفیت عیان ہوتی تہی اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر تردد و تذبذب کا
سبب حکم سابق اور موجودہ حکم کا اختلاف ہی ہوگا، ذیل کا واقعہ اسکا ثبوت ہے،

عن مجاھد قال کنت عند ابن	مجاہد روایت کرتے ہین کہ مین ابن عباس کے پاس تہا تو
عباس فجاءہ رجل فقال انہ طلق	ایک شخص آیا اور اس نے یہ بیان کیا کہ اپنی بیوی کو
امرأتہ ثلاثا فسکت حتی ظننت انہ	یک دفعہ تین طلاقین دی ہین، حضرت ابن عباس یہ
رادھا الیہ۔ ثم قال ینطلق احدکم	سن کر اتنی دیر چپ رہے کہ مجہے اسکا شبہہ ہوا کہ وہ اسکی
فیرکب الحموقۃ ثم یقول یا ابن عباس	بیوی کو اسکی طرف لوٹا دینگے لیکن حضرت ابن عباس نے
یا ابن عباس و ان اللہ تعالی قال "ومن	دفعتہً کہا تم لوگ حماقت کر گزرتے ہو اور پہر چلاتے ہو یا ابن عباس
یتق اللہ یجعل لہ مخرجا" وانک لم تتق اللہ	یا ابن عباس، "اللہ تعالے نے فرمایا ہے، جو اللہ سے ڈرتا ہے
فلم اجد لک مخرجا عصیت ربک	اسکے لئے جاے گریز ہے"، اگر تم اللہ تعالے سے نہین ڈرے اسلئے
فبانت منک امرأتک وان اللہ	مین تمہارے لئے کوئی جاے پناہ نہین پاتا، تم نے خدا کی
تعالی قال یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء	نافرانی کی اسلئے تمہاری بیوی تم سے جدا ہو گئی، اللہ تعالے نے

فطلقوھن فی قبل عدتھن (ابوداؤد) — تو یہ فرمایا ہو کہ مسلمان جب عورتون کو طلاق دین تو آغاز عدت مین دیا کرین، (نیل الاوطار)

اسی قسم کی ایک اور روایت ہماری نظر سے گذری ہے جسکے متعلق گو اسوقت صحیح طور پر یاد نہین کہ زاد المعاد یا نیل الاوطار یا کسی اور کتاب مین نظر سے گذری تھی، تاہم اصل روایت کے وجود مین کوئی شبہہ نہین کہ ایک مقام پر حضرت عبداللہ ابن عباس یا حضرت عبداللہ ابن مسعود مع چند اور اشخاص کے تشریف فرما تھے، ایک شخص آیا اور اس نے یہی سوال پیش کیا، آپ تھوڑی دیر چپ رہے، تو حاضرین مجلس مین سے ایک صاحب نے کہا "لقد اتاکم المعضلۃ" بے شبہہ ایک مشکل سوال آپکے سامنے آیا ہے، ایسے موقع پر ان حضرات کے اس قسم کے سکوت و تذبذب سے بظاہر یہی متبادر ہوتا ہے کہ اسوقت جبکہ حضرت عمرؓ نے مصلحۃً ایسی طلاقون کو طلاق بائن قرار دیا تھا تو فتوی دینے والے صحابۂ کرام کے لئے قدیم و جدید حکم کے اختلاف کی وجہ سے درحقیقت ایک مشکل و دشوار حالت پیدا ہوگئی تھی، لیکن باین ہمہ جو خلیفۂ وقت کا فیصلہ و فرمان تھا، انکو اسکا اتباع کرنا چاہیے تھا، اسلئے وہ اسی قسم کا فتوی دیتے تھے،

صحابۂ کرام کا یہی اختلاف متاخرین علماء کے اختلاف کی بنیاد ہے جس پر انھون نے اپنے خیالات کی عمارت قائم کی ہے، اور آخر مین دو مختلف طرز عمل کے دو گروہ پیدا ہوگئے ہین، اگرچہ دونون کا مقصد ایک ہی یعنی کثرت طلاق کو روکنا ہے، لیکن ایک گروہ نے اس مقصد کے حصول کا یہ طریقہ اختیار کیا اور مسئلہ طلاق مین اسدرجہ سختی برتی کہ معمولی سی معمولی بے عنوانی بھی ایک شوہر کو اسکی بیوی سے محروم کر سکتی ہے تاکہ لوگ اسطرح طلاق دینا کیا معنی طلاق کے تخیل سے بھی ڈر جائین اور اس سے بچتے رہین، لیکن دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ ہمکو اس تنگ گیری و تشدد کا کوئی حق نہین، ہر شرعی معاملہ مین ہمارے لئے بہترین اسوہ خود رسول اللہ صلعم کا طرز عمل ہے، آپنے جس موقع پر سخت گیری کی ہو ہم بھی وہان پر کر سکتے ہین لیکن جس موقع پر آپنے نرمی اختیار کی ہے ہمین کوئی حق نہین کہ ہم امت مسلمہ کو اس رحمت عالم کی رحمت و رافت سے محروم کر دین، ولعل ھذا القول ھو اقرب الی الحق والصواب۔

حکومت فرانس پر ایک اجمالی تبصرہ

از مولوی ابو النصر سید احمد بھوپالی

آج جبکہ ہندوستان آزادی و حریت کی راہ مین گامزن ہے، اور اسکا گوشہ گوشہ "سوراج اور آزادی" کے غلغلہ سے معمور اور اسکا بچہ بچہ اس نغمۂ خوش آیند کی لذتون سے مخمور ہے تو ہم چاہتے ہین کہ ایک اجمالی نظر اس ملک کی حکومت پر ڈالین جس نے دنیاے قدیم مین سب سے پہلے آزادی و حریت کا خواب دیکھا، اور جسکی تعبیر پوری ہونے کے ساتھ ہی تمام دیگر ممالک کی حکومتون کی فضائین اس سے متاثر ہوے بغیر نہ رہ سکین، اور بتدریج ہر ملک حسب استطاعت اسی راہ پر چلنے اور اپنے نظم و نسق مین تبدیلی پیدا کرنے کے لئے طوعاً و کرہاً مجبور ہوا،

اٹھارہوین صدی کے اواخر کا زمانہ فرانسیسی قوم پر انتہائی تنزل و انحطاط کی حالت مین گذر رہا تھا، ادہر ممالک متحدہ امریکہ کے قبائل نے سنہ ۱۷۹۰ء مین ایک جمہوری نظام قائم کر کے دنیا کے آگے سب سے پہلے آزادی کی اس مقدس راہ کو کھول دیا تھا، اسی زمانہ مین فرانس و امریکہ کے درمیان مین تعلقات بھی نہایت دوستانہ تھے، اور سلسلۂ آمد و رفت قائم تھا، اسلئے آزادی کے یہ خوشگوار جھونکے امریکہ سے بحر پیسفک کی ہزارون میل کی مسافت طے کر کے سرزمین فرانس کی جانب آنے لگے جس سے فرانس کی فضا بھی بدل گئی، اور ایک نہایت سخت انقلاب ظہور پذیر ہوا، جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس کی شاہی حکومت درہم و برہم ہو گئی، اور سنہ ۱۸۴۸ء مین فرانسیسی قوم نے بھی یورپ مین سب سے پہلے جمہوری حکومت قائم کی اسکے بعد اسکا اتباع ہالینڈ کی حکومت نے کیا، جسکی حدود فرانس کی حدود سے ملی ہوئی تہین، اور پھر بتدریج

یہ ہوا مرض متعدی کی طرح تمام یورپ پر اسطرح پھیلی کہ دول یورپ کی تمام مطلق العنان حکومتون کے قدیم نظام اس سے متاثر ہوے بغیر نہ رہ سکے،

آزاد حکومتون کے اقسام و مقاصد

جن حکومتون اور قومون نے اس آزادی کی ہوا سے متاثر ہو کر اپنے نظم و نسق مین تبدیلی کی ہے، انکی چار قسمین پائی جاتی ہین،

(۱) وہ حکومت جمہوریہ جسکو خود قبائل و قوم نے بلکر قائم کیا، مثلاً جمہوریہ ممالک متحدہ امریکہ،

(۲) وہ حکومت جمہوریہ جو انقلاب سے ظہور پذیر ہوئی مثلاً جمہوریہ فرانس،

(۳) وہ حکومت دستوریہ جسکے حقوق بادشاہ نے اپنی رعایا کو عطا کئے ہون مثلاً حکومت دستوریہ ترکی،

(۴) حکومت دستوریہ انگلستان جو بتدریج اور زیادہ تر دیگر حکومتون کی تقلید کی بنا پر قائم ہوئی اور جو اس قسم مین اپنی نظیر آپ ہے،

ان تمام اقسام کی حکومتون مین دو باتین ضرور پائی جاتی ہین، وہ یہ کہ یا تو بادشاہون نے اپنے تاج و تخت کے ضایع ہو جانے کے خوف سے اور عام راے کے دباؤ سے دستوری حقوق اپنی رعایا کو دیئے ہین، یا یہ کہ قبائل و اقوام نے بطور خود سابقہ حکومتون کو درہم برہم کر کے جمہوری حکومتین قائم کی ہین، اور یہ سب جن عام مقاصد کے لئے قائم ہوئین وہ بالاختصار حسب ذیل ہین:-

(۱) حکومت کے لئے ایک مرتب دستور ہو جو پوری نسل و قوم کے مصالح کی حفاظت کر سکے نہ کہ کسی خاص قوم یا خاص جماعت کی، قطع نظر انگلستان کے کہ اسکی حکومت اسمین داخل نہین بلکہ اس لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے،

(۲) ہر حکومت زیادہ تر قبائل و شعوب کی خواہشون اور ضرورتون کے مطابق ہو، چنانچہ یہی چیز مختلف دستوری و جمہوری حکومتون کے نظام مین باعث اختلاف ہے۔

(۳) ان جدید حکومتون کے نظام کی غایت صرف یہ ہو کہ وہ حکومتون کے درمیان ایسا اتفاق قائم کردین

جس سے وہ اپنے حقوق و منافع کا آپس مین تبادلہ کر سکین بلکہ یہ ہو کہ وہ اپنی قومون کو زندگی بخش سکین، انکے حقوق کی حفاظت کر سکین، اور انکے ہر فرد کی راحت کے لئے ضامن ہون،

(۴) ان کے نظامون مین اسقدر گنجائش رکھی جائے کہ قبائل و شعوب کی زندگیون کی ترقی اور ضروریات کے مطابق وقتاً فوقتاً اسمین ترمیم کیجا سکے،

(۵) ان نظامون مین اسکا التزام رہے کہ قوۃ تنفیذیہ (اگزیکیٹیو پاور) اور قوۃ تشریعیہ (لیجسلیٹیو پاور) کے درمیان فصل رہے، اور دونون خلط ملط نہو سکین جیسا کہ فرانس و امریکہ کی حکومتون کے نظامون مین اسکی رعایت رکھی گئی ہے،

آزاد حکومتون کے اساسی اصول

یہ تو وہ عام مقاصد تھے جنکے لئے یہ حکومتین قائم ہوئین، اب ہم انکے بنیادی اصول کی تفصیل کرنے کی جانب متوجہ ہوتے ہین، وہ اصول جنکے اوپر جمہوری و دستوری حکومتون کی بنیاد قائم کیگئی چار ہین:-

۱- سیادتِ قوم،

۲- قوۃ تنفیذیہ، قوۃ تشریعیہ، اور قوۃ قضائیہ کے درمیان فصل کا ہونا،

۳- قوم کی نیابت کے نظام کا دو تشریعی مجلسون مین تقسیم ہونا،

۴- حکومت کی ذمہ داری،

۱- اس اصل کی غرض یہ ہے کہ تمام شہرون مین حکومتی اقتدار کا مرجع قوم ہو اور وہی اپنی تمام حالتون مین بولنے کا حق رکھتی ہو، یعنی جسقدر بھی تنفیذی نظام و قوانین بنائے جائین اسمین قوم کا فائدہ ملحوظ ہو، نہ کسی خاص طبقہ یا حاکم خاندان کا، اسلئے کہ حکومت کے قیام کی اصل غرض کیا ہے؟ اسکی غرض سوائے اسکے کچھ نہین کہ افراد اور جماعت کی مصالح مین امن و راحت اور رفاہ الحالی کے قیام کا لحاظ کرتے ہوئے تدبر کیا جائے، پھر تجربہ یہ بھی بتلاتا ہے کہ کوئی حکم ثابت و قائم نہین رہ سکتا جبتک کہ عام راے اسکی

موافقت نہ کرے، پس جبریہ حکومت ایک دائمی حکم کی بنیاد کی صلاح نہین کرسکتی اور نہ کوئی حکومت بلا رضامندی محکومین قائم رہ سکتی اسلئے حکومتی اقتدار کا قیام اور اسکے نظام کی قوت تنفیذیہ قوم کی عام راے کے ہاتھ مین ہونا چاہیے تاکہ قوم کا فائدہ من حیث القوم باحسن وجوہ ملحوظ رکھا جاسکے۔

باقی رہا یہ امر کہ ہر امر مین تمام قوم کسطرح شریک ہوسکتی ہے تو اسکی صورت نیابت و نمایندگی کی ہے کہ وہ اپنے افراد مین سے ایسے معین اشخاص منتخب کرے جنکے اوپر اسکو پورا الیقین واعتماد ہو اور وہ اسکی خواہشات وراے کی نیابت و نمایندگی کرین۔

۲- اس اصل کا مقصد یہ ہے کہ قوت تنفیذیہ، تشریعیہ اور قضائیہ کے فرائض کے حدود علحدہ علحدہ مقرر کردیے جائین، اور ہر قوت کے حدود دوسری سے منفصل رہین، اسلئے کہ اگر قوت تنفیذیہ اور قوت تشریعیہ ایک شخصیت مین جمع کردیجائین تو اسکا خوف کیا جاسکتا ہے کہ وہ وضع قوانین مین جبر واستبداد سے کام لے اور پھر ان کا نفاذ بھی جبری واستبدادی طریقون سے کرے، اسی طرح سے اگر قوت قضائیہ اور قوت تشریعیہ کو یکجا جمع کردیا جائے تو قانون کی کوئی قیمت نہین رہتی، کیونکہ اس صورت مین قاضی ہی واضع قوانین بنجاتا ہے، چنانچہ اسلئے یہ اصول سیاسی آزادی کے لئے بمنزلہ اصل وبنیاد کے قرار دیا گیا ہے۔ اسکی روسے قوت تنفیذیہ ایسے احکام کے صادر کرنے کا اختیار نہین رکھتی جو اس قانون کو تبدیل یا معطل کردینے کے مقتضی ہون جسکو قوت تشریعیہ نے جاری کیا ہے، نیز کوئی ایسی سزا مقرر نہین کرسکتی جو ہیئت تشریعیہ کے وضع قانون کی محتاج ہو، اور نہ عدالتین ایسے مزید احکام جاری کرسکتی ہین جو پیش شدہ مقدمہ کے علاوہ ہون، اسلئے کہ یہ اختیار صرف قوت تشریعیہ ہی کے ہاتھ مین ہے نیز حکومت کے صادر ہونے والے احکام پر کوئی اثر نہین ڈال سکتی اور نہ عدالت کے صادر شدہ احکام مین دخل دیسکتی ہے، بالکل جسطرح عدالتین حکومت کے اعمال اور دفتری مصالح مین دخل نہین دیسکتین۔

۳- اس اصل مین نیابت کے نظام سے مقصود وہ نظام ہے جسکو قوم اپنی لیڈری و نمایندگی کے

حقوق سپرد کردیتی ہے، اور جو اسکی نمایندگی کی حیثیت سے اسکے حالات ومصالح پر غور کرتا ہے، تمام بڑی بڑی آزاد سلطنتون مین یہ نیابت کا نظام دو مجلسون مین منقسم ہے، جنکو اصطلاحاً ادنیٰ و اعلےٰ کہنا چاہیے، ادنیٰ تمام شعوب وقبائل کے نمایندون سے مرکب ہوتی ہے، جنکا انتخاب عوام الناس کے ووٹ سے عمل مین آتا ہے، لیکن اعلیٰ بڑے بڑے افسر، اراکین، اور اصحاب عالی مراتب سے مرکب ہوتی ہے جنکا انتخاب خاص خاص شرطون اور خاص خاص قیود کے ساتھ عمل مین آتا ہے، اور اُنکے انتخاب کا حق تمام طبقون اور قبیلون کو نہین پہنچتا، جیسا کہ امریکہ اور فرانس کے جمہوری نظامون مین "مجلس نواب" اور "مجلس شیوخ" اور انگلستان کی حکومت مین "دار العوام" اور "دار الامراء" ہین۔

بہت ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ ان دو مجلسون کی بجاے ایک مجلس کیون نہین رکھی گئی جبکہ ایسا کرنے سے بہت سا وقت بچ سکتا تھا، اور قانون سازی اور دیگر باتون مین بہت سی آسانیان ہوسکتی تھین، تو ہم یہ کہین گے کہ تجربہ سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ اگر یہ تمام اقتدار واختیار صرف ایک ہی مجلس کو دیدیا جاتا ہے تو پھر وہ بھی مستبد ہوجاتی ہے، کیونکہ ایسی صورت مین وہ صرف اپنے ہی کو ذی اقتدار و اختیار پاتی ہے، اور کوئی غیر اسکے اس اختیار واقتدار مین شریک نہین ہوتا، علاوہ ازین وضع قوانین مین زیادہ دیر تک غور خوص اور ایک عرصہ تک تامل وتفکر کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ بات دو مجلسون کے ہونے کی وجہ سے آسان ہوجاتی ہے،

علاوہ ازین یہ ہر دو مجالس جن نائبون یا نمایندون سے مرکب ہوتی ہین وہ پوری طور سے قوم کے نائب و نمایندہ ہوتے ہین نہ کہ صرف منتخب شدہ ممبر، اسلئے جب نائب منتخب ہوجاتا ہے تو وہ اپنے ارادہ مین ان انتخاب کرنے والون کا تابع نہین ہوتا بلکہ پوری طور سے آزاد ہوتا ہے کہ جس راہ کو وہ اپنے نزدیک قوم کی مصالح کے لئے بہتر و موافق دیکھے اسکو اختیار کرے اور منتخب کرنے والون کو اسے اس امر سے روکنے کا یا معزول کرنے کا کوئی حق نہین ہوتا۔

۴- حکومت کی ذمہ داری کا مسئلہ دو باتون پر موقوف ہے،

(۱) پادشاہ یا رئیس جمہوریت ذمہ دار ہو،

(۲) وزارت ذمہ دار ہو،

(۱) ابھی ہم بتلائینگے کہ فرانس کے نظام حکومت مین (اور نیز بعض دیگر دستوری جمہوری حکومتون کے نظام مین بھی) یہ شرط موجود ہے کہ کسی بادشاہ یا پریسیڈنٹ جمہوریت کے لئے یہ جائز نہین ہے کہ وہ کوئی حکم اس قسم کا صادر کرے جسکے موافق ایک وزیر بھی نہو، یا جسپر ایک وزیر کے دستخط بھی نہون، اسکا صاف عقلی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وزراء کی ذمہ داری بہ نسبت بادشاہ کے اہم ہے، یا دیگر الفاظ مین وزارت ذمہ دار ہے اور پادشاہ یا رئیس جمہوریت ذمہ دار نہین ہے، اور پادشاہ کی اپنی "ذمہ داری" سے بریت انگلستان کے نظام مین زیادہ مکمل پیمانہ پر پائی جاتی ہے۔

(۲) اب رہا یہ امر کہ وزارت ذمہ دار ہو تو یہ اس بات پر موقوف ہے کہ نائبین یا نمایندون کی ہر دو مجالس کیا کم از کم اس مجلس کو جو قوم کی عام راے سے اسکی نمایندگی کے لئے منتخب ہوئی ہے وزارت پر پورا اعتماد ہو، جیسے کہ دار العوام انگریزی نظام حکومت مین یا مجلس النواب فرانسیسی نظام حکومت مین، چنانچہ جب وزارت پر سے یہ اعتماد جاتا رہتا ہے تو وہ استعفا دینے پر مجبور ہوجاتی ہے اور پھر اسکی بجاے دوسری وزارت از سر نو مرتب کیجاتی ہے جسکے اعضاء زیادہ تر غلبہ والی جماعت مین سے منتخب کئے جاتے ہین،

فرق درمیان اختیارات و حالات پریسیڈنٹ امریکہ اور پریسیڈنٹ فرانس

چونکہ اسوقت سب سے زیادہ مکمل اور قدیم آزاد جمہوری حکومتون مین فرانس و امریکہ شمار کیجاتی ہین اسلئے غیر مناسب نہوگا اگر ہم یہان پران دونون جمہوریتون کے رئیسون کے اقتداری و اختیاری فرق کو بیان کردین۔

کہا جاتا ہے کہ دنیا مین اسوقت جسقدر بھی جمہوری و دستوری حکومتین قائم ہین ان مین کسی بادشاہ یا پریسیڈنٹ کو اسقدر وسیع اختیارات حاصل نہین جسقدر کہ پریسیڈنٹ امریکہ کو حاصل ہین، دیگر بادشاہون اور پریسیڈنٹون کے اختیارات براے نام ہین جو حکومت کی رفتار اور اسکی سیاست پر اثر نہین ڈال سکتے، مثلاً ابھی حال مین جبکہ جارج پنجم شاہ انگلستان نے مسٹر میکسوینی لارڈ میر کارک (آئرلینڈ) کو معاف کردینا چاہا (کہ جو اسکے حقوق اختیارات مین سے ایک حق تہا) تو وزارت نے مخالفت کرکے اسکو ایسا کرنے سے روک دیا، لیکن پریسیڈنٹ امریکہ کے اختیارات اس سے کہین زیادہ وسیع ہین جو امریکہ کی حکومت کی رفتار اور اسکی سیاست پر پورا پورا اثر ڈالتے ہین،

پریسیڈنٹ امریکہ کے ان وسیع اختیارات کا اصلی راز یہ ہے کہ امریکہ کے نظام جمہوریت مین کوئی صدر وزارت علحدہ نہین ہے بلکہ رئیس جمہوریت ہی صدر وزارت ہوتا ہے، پریسیڈنٹ فرانس بمقابلہ پریسیڈنٹ ممالک متحدہ امریکہ کے ایک منتخب بادشاہ کی سی حیثیت رکھتا ہے جو سات سال کے لئے تخت پر بیٹھ جاتا ہے، اور اپنا فعلی اقتدار صدر وزارت کے لئے چھوڑ دیتا ہے وہ پادشاہونکی سی شان و شوکت رکھتا ہے، عالیشان محلون مین رہتا، پادشاہون کا استقبال کرتا اور بڑی بڑی تمام سرکاری مجالس کی صدارت کرتا ہے، بالکل اُس طرح سے جسطرح کہ فرانس کے اگلے بادشاہ کیا کرتے تھے،

لیکن پریسیڈنٹ ممالک متحدہ امریکہ کے لئے کسی قسم کی شان و شوکت نہین، وہ اپنے ہم وطن احرار کی صرف لیڈری کی حیثیت رکھتا ہے، اسکے نام کے لئے کسی خاص القاب و آداب کی ضرورت نہین، نہ اسکے لئے کوئی شاہی لباس، اور نہ وہ کوئی ایسی وضع قطع رکھتا جس سے وہ دوسرون سے ممیز ہوسکے، نہ اسکے نام سے سکے ڈہالے جاتے ہین اور نہ ڈاکخانہ کے ٹکٹون وغیرہ پر اسکی تصویر ہوتی ہے وہ شہر واشنگٹن مین سفید محل (White palace) کے اندر رہتا ہے جسکا نام پہلے

"دار التنفیذیہ" تھا، یہ ایک نہایت خوبصورت و وسیع محل ہے جو اگرچہ پادشاہون کے محلون سے مشابہ ہے، مگر جدید طرز عمارت کے مطابق بنایا گیا ہے، اسکی سالانہ تنخواہ ۵۰۰۰۰، ہزار ڈالر یعنی ۲۲۵۰۰۰ روپیہ ہے، جو فرانس کے پریسیڈنٹ (جسکی تنخواہ کی مقدار ہم آگے بیان کرینگے) اور دیگر پادشاہون کی تنخواہون کی بہ نسبت ایک قلیل رقم ہے، اسکے یہان نہ تو کوئی خاص پہرہ دار و محافظ ہوتے ہین اور نہ شاہی چتر جو شاہی محلون کے لوازمات مین سے ہین، بلکہ وہ ایک نہایت سادہ زندگی بسر کرتا ہے، اسکی بیوی کو بھی تمام دیگر عورتون پر تقدیم کا کوئی حق حاصل نہین، بلکہ وہ رتبہ مین مثل دیگر عورتون کے شمار کی جاتی ہے، خود دوسرون کے یہان جاتی ہے اور دوسری اسکے یہان آتی ہین، غرضکہ اسکو شاہون کی سی شان وشوکت تو درکنار انگریزی سلطنت کی نوآبادیات کے حکام کی طرح کروفر بھی حاصل نہین،

اگرچہ فرانس کے پریسیڈنٹ یا دیگر دستوری حکومتون کے بادشاہون کی طرح امریکہ کے پریسیڈنٹ کو ظاہری دبدبہ اور شان وشوکت حاصل نہین مگر اسکو اقتداری اختیارات اسقدر وسیع حاصل ہے کہ کہا جاتا ہے کہ موجودہ زمانہ مین کسی حاکم کو حاصل نہین، چنانچہ اسکے اس اقتداری اختیارات مین سے بعض اہم امور کو قطع نظران اختیارات کے جو فرانس اور امریکہ کے پریسیڈنٹون کو یکسان طور پر حاصل ہین درج ذیل کیا جاتا ہے،

(۱) وہ جسطرح سے کہ حکومت جمہوریہ کا پریسیڈنٹ ہوتا ہے، اسی طرح دفتری نظام کا بھی پریسیڈنٹ شمار کیا جاتا ہے، اور اسپر فرض ہوتا ہے کہ وہ حکومت کے اختیار تنفیذی اور اسکے قوانین و معاہدات اور عدالت عالیہ کے احکامات کی نگہداشت کرے،

(۲) وہ حالت جنگ مین بحری و بری فوج کا کمانڈر انچیف شمار کیا جاتا ہے، اور ان کے افسرون کو بھی وہی مجلس الشیوخ کے مشورہ سے مقرر کرتا ہے، علاوہ ازین حالت جنگ مین اسکو اختیار ہوتا ہے کہ

وہ ہر ممکن تدبیر کو دشمن کی شکست اور حصول کامیابی کے لئے کام مین لائے،

(۳) اسکو اختیار ہوتا ہے کہ مفتوحہ ممالک پر وہ خود حکام کو مقرر کرے، اور اسوقت تک جبتک کہ وہ اس مفتوحہ ملک کو ہر دو مجلسون کو وضع قوانین کے لئے سپرد نہ کردے بطور خود حسب ضرورت اپنے احکامات وقتاً فوقتاً جاری کرتا رہے،

(۴) اسکو یہ حق حاصل ہے کہ وہ حکومت کے قوانین کو اسلحہ کے ذریعہ سے نافذ کرے، اور تمام ان مشکلات پر جن پر وہ قانون کے ذریعہ سے غالب نہ آسکے، اسلحہ استعمال کرے،

(۵) وہ اپنے تمام ہموطنون کا بیرونی تعلقات مین نمایندہ شمار کیا جاتا ہے اور اسکی دقتون اور مشکلون کی ادارت اسی کے ہاتھ مین ہوتی ہے، اور وہ انکے نتائج کا ذمہ دار ہوتا ہے،

(۶) وہ سفرا، وکلا، اور قنصلون کو مجلس الشیوخ کی موافقت کے ساتھ مقرر کرتا ہے اور مجلس الشیوخ کے ایک ثلث کی موافقت سے دیگر سلطنتون سے معاہدات بھی وہی کرتا ہے، اور دیگر ممالک کے سفیرون کا استقبال بھی سرکاری طور پر وہی کرتا ہے،

(۷) وہ مجلس الشیوخ اور مجلس النواب کو وقتاً فوقتاً حکومت کی سیاست داخلیہ اور سیاست خارجیہ مین نہایت اہم خطوط لکھتا رہتا ہے (یا خود پڑھکر انہین سناتا ہے جیسا کہ ولسن کیا کرتا تھا) اور پھر ان خطوط کے لکھے جانے کے ساتھ ہی تمام جراید اور سیاسی مجلسین انکی اشاعت کرتی ہین کیونکہ ملک کا سیاسی اعتماد زیادہ تر انہین پر موقوف ہوتا ہے۔

(۸) اسکو حق حاصل ہے کہ وہ ہر دو مجلسون کے وضع کردہ قوانین مین سے جسکو چاہے منسوخ کردے یا اعادہ نظر کے لئے جسپر چاہے اعتراض کرے[1]، لیکن اسپر اسکا نفاذ اسوقت لابدی ہوجاتا ہے جبکہ ہر دو مجلسون کے دو ثلث سے زاید ممبر اسکے موافق ہوجائین،

[1] اس حق کے واسطے ایک خاص اصطلاح ہے جسکو ویٹو (Veto) کہتے ہین،

(۹) اسکے منصب کا ایک خاص امتیاز یہ ہے کہ کوئی عدالت اسپر کسی جرم و اتہام پر مقدمہ نہین چلاسکتی اور نہ اسکو گرفتار کر سکتی اگرچہ اس نے قتل جیسے سنگین جرم کا ہی ارتکاب کیون نہ کیا ہو، البتہ اس پر مجلس الشیوخ کے اجلاس مین مقدمہ چلایا جاسکتا ہے، ایسی صورت مین کہ مجلس النواب نے اسکو کسی جرم کا ملزم قرار دیا ہو، اور اس الزام دہی کے لئے مجلس مذکور کے کم سے کم دوثلث ممبرون کا متفق الراے ہونا ضروری ہے آج تک کسی پریسیڈنٹ پر مقدمہ نہین چلایا گیا سواے ایک کے جکا نام اینڈرو جیکسن (Andrew Jackson) تھا۔

اسکا طریق انتخاب | ابھی کل کی بات ہے کہ جمہوریت فرانس نے موسیو ملیران کو بجاے موسیو ڈوشانل کے دوسری مرتبہ اس وجہ سے منتخب کیا کہ موسیو ڈوشانل بیماری کی وجہ سے کام نہین کر سکتے تھے، باوجودیکہ وہ پہلے منتخب ہو چکے تھے، پس یہ انتخاب کسقدر ناانصافی کے ساتھ ہردو مجلسون کے ممبرون سے عمل مین آیا، اگر ہم اسکا مقابلہ امریکہ کے نظام انتخاب سے کرین تو ہمین ایک فرق عظیم نظر آئیگا کیونکہ ممالک متحدہ امریکہ کے پریسیڈنٹ کا انتخاب تمام شہرون کے لوگ کرتے ہین، اور اسمین ایک عرصۂ دراز لگتا ہے وہ انتخاب اسطرح سے ہوتا ہے کہ ہر صوبہ چند ایسے اشخاص کا انتخاب کرتا ہے کہ مجلس النواب اور مجلس الشیوخ مین اسکی نمایندگی کرتے ہین، ہر صوبہ مین یہ لوگ اسکے مرکز مین جنوری کے دوسرے دوشنبہ کو پریسیڈنٹ (رئیس) اور اسسٹنٹ پریسیڈنٹ (نائب رئیس) کو منتخب کرنے کے لئے جمع ہوتے ہین، اور سب سے ووٹ لیکر واشنگٹن روانہ کردیتے ہین، جہان یہ مجلس النواب اور مجلس الشیوخ کے روبرو کھولے جاتے ہین اور شمار کئے جاتے ہین، تمام ممالک متحدہ امریکہ مین دو قسم کی جماعتین پائی جاتی ہین ایک جمہوریت پسند (Lebral) دوسرے دیمقراطی (Democratic) ہمیشہ انتخاب مین اس امر کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ ایک جماعت مین سے پریسیڈنٹ منتخب ہو تو دوسری مین سے نائب ۔

پریسیڈنٹ کی شرائط | ممالک متحدہ امریکہ کے قانون جمہوریت کے مطابق اسکے پریسیڈنٹ کیلیے یہ لازمی ہے کہ:

(۱) وہ امریکی رعایا مین سے ہو،

(۲) اسکی پیدائش ممالک متحدہ امریکہ کی ہو،

(۳) وہ اپنی عمر کے پینتیسوین (۳۵) سال مین ہو،

(۴) وہ چودہ سال تک شہری زندگی بسر کرچکا ہو،

قانون مذکور کی روسے یہ بھی جائز ہے کہ جب ایک پریسیڈنٹ کی مدت چار سال کی ختم ہوجاے تو دوسرے انتخاب مین پھر اسکو دوبارہ منتخب کیا جاسکتا ہے، لیکن تیسری مرتبہ منتخب نہین کیا جاسکتا، واشنگٹن کی اقتدار کے لحاظ سے جب اسکو تیسری مرتبہ منتخب کیا گیا تو اس نے اسکو قبول کرنے سے انکار کردیا،

اگر پریسیڈنٹ مدت مذکور ختم ہونے سے پہلے اثناے مدت مین مرجاوے تو اسکی جانشینی اسکا نائب کرتا ہے، اور جب یہ نائب بھی فوت ہوجائے تو وزیر اعظم جو "سکریٹری سلطنت" کے لقب سے ملقب ہوتا ہے اسکا جانشین ہوتا ہے اور اگر یہ بھی مرجائے تو وزیر مالی اور اگر یہ بھی تو وزیر حربیہ وغیرہ،

پریسیڈنٹ کی کل تنخواہ ۵۰۰۰۰ ڈالر یعنی دولاکھ پچیس ہزار روپیہ ہے، جسمین سفر وغیرہ کے اخراجات کے لئے ۲۵۰۰۰ ڈالر یعنی ۷۵۰۰۰ روپیہ کا اضافہ اور کردیا جاتا ہے یعنی کل مجموعی تنخواہ اسکو تین لاکھ روپیے سالانہ ملتی ہے۔

فرانس کا نظام حکومت

سلسلۂ بیان مین ہم اپنے عنوان سے بہت دور نکل گئے، اسلئے اب ہم پھر اپنے مقصود کی طرف رجوع کرتے ہین، جب ۴- ستمبر ۱۸۷۰ء کو فرانیسی قوم نے جمہوریت کا اعلان کردیا تو اسکا استحکام ۱۶- جولائی ۱۸۷۵ء کو ایک جمہوری قانون کے نفاذ سے کیا گیا، جسمین اگرچہ بعد کو بعض ترمیمات ہوئین، اس قانون کی روسے قوت تشریعیہ یعنی قانون سازی کے اختیارات جمعیۃ ملیہ کو جو دو مجلسون پر

مشتمل ہے، ایک مجلس الشیوخ (Senate) اور دوسری مجلس النواب Chamber of Deputies دیئے گئے، اور قوت تنفیذیہ رئیس جمہوریت یعنی پریسیڈنٹ کو۔

ریاست جمہوریت کی مدت سات سال مقرر کیگئی، جب یہ مدت قریب الختم ہوتی ہے تو نئے پریسیڈنٹ کو کثرت رائے سے ایک عام قومی اجتماع مین جسمین ہر دو مجلسین مجلس الشیوخ اور مجلس النواب بھی شامل ہوتی ہین، انتخاب کیا جاتا ہے، یہ منتخب شدہ پریسیڈنٹ اپنی مدت ریاست مین اُن قوانین کے نفاذ کا ذمہ دار ہوتا ہے جنکو ہر دو مجالس مذکور وضع کرتی ہین، اور وزارت کی تشکیل و ترتیب بھی اسی کے ذمہ ہوتی ہے، جسکو وہ ان دونون مجلسون کے ممبرون مین سے اور بوقت ضرورت اُنکے علاوہ باہر کے آدمیون کو بھی لیکر ترتیب دیتا ہے، فوجی و شاہی عہدہ دارون کو بھی وہی مقرر کرتا ہے، دول غیر سے معاہدے بھی وہی کرتا ہے، لیکن یہ اُسے اختیار نہین ہے کہ وہ کوئی ایسا معاہدہ بلاتصدیق قوت تشریعیہ کر سکے جسکا تعلق رقبۂ فرانس یا نوآبادیات سے ہو، اُسے یہ بھی اختیار نہین کہ وہ بلا منظوری ہر دو مجلسون کے کسی کے ساتھ اعلان جنگ کر سکے، علاوہ اسکے تمام احکام کے لئے یہ لازمی ہوتا ہے کہ ان پر پریسیڈنٹ اور وزراء مین سے کم از کم کسی ایک وزیر کے دستخط ضرور ہون۔

صیغۂ وزارت عالیہ تیرہ وزارتون مین منقسم ہے: وزارتِ عدالت، وزارت خارجہ، وزارت داخلیہ، وزارت مالیہ، وزارت بحریہ، وزارتِ تجارت، وزارت اشغال عمومیہ، وزارت صنعت و حرفت، وزارت مستعمرات، وزارت زراعت، وزارت جماعت مزدور پیشہ، وزارت قومی، وزارت امور دینیہ،

مجلس نائبین (Chamber of Deputies) کا انتخاب چار سال کے لئے عوام کی رائے سے ہوتا ہے، ہر شخص جسکی عمر ۲۱ سال کی ہو چکی ہو انتخاب مین رائے دینے کا حق رکھتا ہے، بشرطیکہ اسکا قیام چھ ماہ تک اس شہر مین ثابت ہو جسکے نائب کے انتخاب مین کہ وہ رائے دینا چاہتا ہے،

منتخب شدہ نائب کی عمر کم از کم پچیس سال ہونا نہایت ضروری ہے، آجکل اس مجلس مین کل نائبین کی تعداد ۵۰۴ ہے،

مجلس شیوخ (Senate) تین سو ممبرون سے مرکب ہوتی ہے جو نو سال کے لئے منتخب کیجاتی ہے، اور کسی شخص کا سن ان مین سے ۴۰ سے کم نہین ہوتا، اس مجلس کے ایک ثلث ممبرون کے انتخاب کی تجدید ہر تیسرے سال کیجاتی ہے، اور اس تمام مجلس کا انتخاب تمام شہرون کی میونسپل کمیٹیون کے قائم مقام اور مجلس النواب کرتی ہے، پس کل ۲۲۵ شخصون کا انتخاب کیا جاتا ہے جو تمام صوبون کی نیابت کرتے ہین، اور پھر ہر دو مجلسون کی رضامندی سے ۷۵ ایسے شخصون کا ان مین اور اضافہ کر دیا جاتا ہے، جو تا زیست اُسکے ممبر رہتے ہین، ساتھ ہی اسکے دور شاہی کے استبداد، اور جبر و ظلم کا خوف تمام اعیان و اراکین پر ابتک اسقدر طاری ہے کہ معزول شاہی خاندان کے تمام افراد کا ہر دو مجلسون کی ممبری کے لئے انتخاب ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

ہر دو مجلسون کے ممبرون مین سے ہر ایک کا سالانہ گذارہ ۱۵۰۰۰ فرانک یعنی ۹۳۷۵ روپیہ علاوہ سفر خرچ کے مقرر ہے، لیکن ان ہر دو مجلسون کے صدرون کا سالانہ گذارہ اخراجات اس سے زیادہ ہے، اور وہ ۷۲۰۰۰ فرانک یعنی ۴۵۰۰۰ روپیہ ہے، پریسیڈنٹ یا رئیس جمہوریت کی تنخواہ ۶۰۰۰۰۰ فرانک یعنی ۳۷۵۰۰۰ روپیہ سالانہ ہے،

ان ہر دو مجلسون کے علاوہ ایک مجلسِ شوریٰ ہے جسکو نپولین اول نے قائم کیا تھا اور جو ابتک باقی ہے، اسکی صدارت وزیر عدالت کرتے ہین، یہ مجلس زیادہ تر محکمۂ قضا کے معاملات اور دفتری انتظامات مین جو حکومت کو پیش آتے ہین مشورہ دیتی ہے۔

فرانس کی حالت عمرانی

اسمین شک نہین کہ فرانس کو ان متمدن ممالک کی رہنمائی حاصل ہے جو تمدن جدید کی روح

کیے جاتے ہین، اور مشرق سے خاص تعلقات رکھتے ہین، کیونکہ زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ یورپ اپنے اجتماعی، سیاسی، اور ادبی حالات مین سوا اسکے کسی اور کو رہنما نہین رکھتا تھا، اور نہ کوئی اسکے سوا بہتر جاننے والا تھا ۔

ملک کا کل رقبہ ۲۰۷۰۵۴ مربع میل ہے، جسمین ۳۹۲۷۶۰۰۰ کی آبادی ہے، اور اسمین سے تقریباً ۳۰۰۰۰۰۰۰ آدمی زراعت پیشہ ہین اور باقی مختلف صنعتون، پیشون، اور عہدون وغیرہ کے ذریعہ سے گذر بسر کرتے ہین، اسمین ساٹھ شہر ہین جنمین سے ہر ایک کی آبادی ۳۵۰۰۰ سے زاید ہے، اور ان شہرون مین سب سے بڑا پیرس ہے، جسکی آبادی ۲۸۴۷۹۸۶ آدمیون کی ہے، اسکے بعد مارسلیز ہے جسکی آبادی ۵۱۷۴۹۷ ہے، اسکے بعد لیئین ہے جسکی آبادی ۴۷۲۱۱۴ کی ہے پھر بعد بورڈو، دلائل، اور نالوز اور راوین وغیرہ ہین جنکی آبادی ۳۵۵۱۶ تک ہے،

فرانس یورپ کے بڑے بڑے خوشحال ملکون مین سے ایک ہے، یعنی ثروت کے لحاظ سے اہل فرانس دیگر خاص خاص قومون سے بھی آگے شمار کیے جاتے ہین، اور اس ثروت و دولت کی میزان مین لوگون نے بہت کچھ اختلاف کیا ہے، سوبیونائل جو ماہر اجتماعیات ہین انھون نے اسکی ثروت و دولت کو اسطرح ترتیب دیا ہے :-

زراعتی زمین	۳۰۰۰۰۰۰۰۰ گنی کی آمدنی کی
مکانات وغیرہ	۲۰۰۰۰۰۰۰۰ گنی قیمت کے
ضمانتین و امانتین وغیرہ	۲۸۰۰۰۰۰۰۰ گنی
زراعتی آلات و مویشی وغیرہ	۴۰۰۰۰۰۰۰ گنی
دوسری جائداد وغیرہ	۶۸۰۰۰۰۰۰ گنی
میزان کل	۹۰۸۰۰۰۰۰۰ گنی

اور دیگر لوگون نے جو اندازہ لگایا ہے، اس سے کہین زیادہ ہے، چنانچہ بعضون نے کل کی میزان ۹ ارب ۵۲ لاکھ بتلائی ہے، جسکا تین خمس لوگون کی ذاتی کمائی ہے، بہر حال فرانس کے لوگ کفایت شعاری اور حفاظت مال مین مشہور ہین، اور ان مین افلاس و فقر بہ نسبت دوسری قومون کے بہت ہی کم پایا جاتا ہے، فرانس کی تجارت نہایت وسیع ہے، اسمین کارخانے نہایت کثرت سے ہین اور اسکو باریک و دقیق صنعتون مین بہت مہارت ہے، اسکے یہان کے سامان کو خوبصورتی اور سلامتیِ ذوق مین پوری شہرت حاصل ہے، وہ فیشن اور کپڑون وغیرہ کے لحاظ سے تمام متمدن ملکون سے آگے ہے اسکا پایہ تخت پیرس تمام دنیا کی قومون کی آماجگاہ ہے،

آمدنی و قرضہ — حکومت کی آمدنی و قرضہ درج ذیل کیا جاتا ہے :-

	قبل از جنگ (تخمیناً)	سنہ ۱۹۱۸ مین (تخمیناً)	سنہ ۱۹۱۹ مین (تخمیناً)
آمدنی	۴۵۰۷۷۰۰۷۱ فرنک[1]،	۱۰۰۶۴۶۵۷۸۹۰ فرنک،	۱۹۵۶۷۴۷۸۸۱ فرنک
قرضہ	۱۲۷۶۰۰۰۰۰ گنی	×	۹۲۰۵۰۰۰۰۰ گنی

فرانس کی زمین نہایت زرخیز ہے، جسکی مزروعہ زمین کی پیمائش ۱۳۰۰۰۰۰۰ مربع گز ہے، جسمین زیادہ تر گیہون اور آلو پیدا ہوتے ہین، اس ملک مین انگورون کی کاشت بہت ہوتی ہے، جس سے شراب طیار کیجاتی ہے، چنانچہ سنہ ۱۹۱۰ء مین اسکی شراب کی آمدنی ہی ۳۸۰۰۰۰۰۰ گنی ہوئی تھی، اور سنہ ۱۹۱۳ مین کل ۹۷۱۷۸۶۳۲ گیلن شراب ہوئی تھی، اسمین مویشیون اور پالتو جانورون کی تعداد حسب ذیل ہے :-

گھوڑے	۳۱۳۳۶۵۰

[1] ایک فرنک دس آنہ کے برابر ہوتا ہے ۔

خچر	۱۹۴۰۰۰
گدہے	۳۶۳۰۰۰
مویشی بیل گائے وغیرہ کی قسم سے	۱۴۲۳۴۰۰۰
بکریان	۱۷۴۵۰۰۰
بھیڑین	۱۴۲۴۰۰۰
خنزیر	۷۲۰۲۰۰۰

سب سے چلتی ہوئی صنعت فرانس مین ریشمی کپڑے کی ہے، چنانچہ ۱۹۰۸ء مین تقریباً ۱۲۲۸۰۰۰ آدمی ریشم کے کیڑون کی تربیت مین مشغول تھے، اور کل ریشم کی مقدار جوان سے حاصل ہوئی تھی وہ ۹۲۹۹۰۴۰۸ کیلوگرام تھی، فرانس کی سرزمین معدنیات کی کانون سے مالامال ہے، تمام کانون کی تعداد تقریباً ۶۰۰ ہے، ان مین ۲۳۰۰۰۰ آدمی مع اپنے بیوی بچون کے کام کرتے ہین، اور ان کانون کی آمدنی تقریباً ۲۶۶۵۶۰۰۰ گنی ہے، جمین زیادہ تر کوئلہ اور لوہے کی کانین ہین اسمین بکثرت مختلف کارخانے ہین جنکی تفصیل حسب ذیل ہے :-

روئی کاتنے کے کارخانے	۱۶۷۲۰۰	ریشم کے کپڑے کے کارخانے	۱۷۱۰۰۰
روئی کا کپڑا بننے کے کارخانے	۱۲۳۰۰۰	اُون کے کارخانے	۱۶۶۰۰۰
لوہے کی مصنوعات کے کارخانے	۵۷۰۰۰	مختلف کارخانے	۱۵۶۰۰۰
کپڑے سینے کے کارخانے	۹۳۸۰۰۰	لکڑی کی مصنوعات کے کارخانے	۷۰۴۰۰۰
چمڑے کے کارخانے	۲۳۴۰۰۰		

فرانس کی سب سے بڑی پیداوارون مین شکر بھی ہے جسکے ۲۱۵ کارخانے ہین اور اُن مین ساٹھ لاکھ ٹن شکر طیار ہوتی ہے، یہی حال اسپرٹ کا ہے جسکی سالانہ مقدار چار لاکھ پچاس ہزار گیلن طیار ہوتی ہے،

فرانس کی تجارت بھی عظیم الشان ہے جسکی درآمد و برآمد ہم ذیل مین درج کرتے ہین،

	۱۹۱۷ء مین	۱۹۱۸ء مین	۱۹۱۹ء (از یکم جنوری تا آخر اگست)
درآمد،	۶۵۲۴۷۹۰۰۰	۷۹۶۶۰۰۰۰۰	۷۴۰۰۰۰۰۰۰
برآمد،	۱۵۳۵۴۲۰۰۰	۱۶۵۷۶۰۰۰۰	۱۶۰۰۰۰۰۰۰

آخر مین غیر مناسب ہوگا اگر ہم اس جگہ بالاختصار ان نقصانات کا حال بھی بیان کردین جو مادی حیثیت سے فرانس کو گذشتہ جنگ مین حاصل ہوئے، اور پھر اس نے اکتوبر ۱۹۱۹ء تک اُسکی تلافی کہانتک کرلی کیونکہ اس سے فرانسیسی قوم کے عزم و ہمت کا حال معلوم ہوگا۔

ریل کی پٹری ۲۲۴۶ کیلومیٹر برباد کردیگئی تھی جمین انھون نے ۲۰۱۶ کیلومیٹر طیار کرلی

نہرین ۱۰۷۵ " " " " " " ۷۰۰ " " "

پل ۱۱۶۰ برباد کردیئے گئے جمین سے " ۵۸۳ " طیار کرلئے

مکانات ۵۵۰۰۰ " " " ۶۰۰۰۰ دوبارہ بنالئے

زمین (زراعتی) ۱۸۰۰۰۰۰ ایکڑ برباد کردیگئی تھی جمین سے انھون نے ۴۰۰۰۰۰ ایکڑ زمین کو پھر قابل زراعت بنالیا

یہ اس قوم کے عزم و ہمت کی داستان تھی جسکو آزادی حاصل کئے پوری صدی گذر چکی ہے، اور وہ آزادی کے لئے جد و جہد کی کٹھن راہ کو مدتون پہلے طے کر چکی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس دشوار گذار راہ حق پر چلنے والی قوم کی ہمت و عزم کا کیا حال رہتا ہے؟[1]

---

[1] اس مضمون کے مواد مختلف انگریزی و عربی رسائل سے جمع کئے گئے ہین،

انگورہ

از

جناب مولوی حافظ احمد علیخان صاحب ناظر کتب خانہ ریاست رامپور

شہر انگورہ ایشیاے کوچک کا مشہور شہر ہے، اور اسلام کی تاریخ مین اسکا بار بار نام آیا ہے، عربی شاعر امراء القیس کے تعلق سے ادبیات مین بھی اس نے جگہ پائی ہے، مگر قسطنطنیہ کی شہرت نے اسکی عظمت کو دبا دیا تھا، اب جب سے غازی مصطفے کمال پاشا نے اسکو اپنی حکومت کا مرکز بنایا ہے دلون مین اور زبانون پر اسکی گذشتہ عظمت پھر عود کر آئی ہے، روزانہ اخبارات مین اسکا نام لوگون کی نظر سے گذرتا ہے، تاہم اسکی تاریخ سے ابتک بیخبری ہے، ہم جناب مولوی حافظ احمد علیخانصاحب ناظر کتبخانہ ریاست رامپور کے ممنون ہین، جنھون نے اسپر سے ناواقفیت کا پردہ کسیقدر اٹھانا چاہا ہے، حافظ صاحب چونکہ ایک مدت درازسے ایک ایسے کتبخانۂ علمی مین سند نشین ہین جو اپنی ندرت و تحفگی مین کم از کم ہندوستان مین بے نظیر ہے، اسلئے انکی یادداشت کی چند سطرین بھی افادہ سے خالی نہین ہین، جناب حافظ صاحب نے کتبخانہ کی قلمی کتابون پر جو تبصرہ لکھا ہے افسوس ہے کہ وہ ابتک شایع ہوکر پبلک کے ہاتھون مین نہ آسکا، ورنہ حافظ صاحب کو اہل ذوق کی طرف سے انکی محنتون کی بڑی داد ملتی۔ (معارف)

انگورہ (انقرہ) عجمی اسکو انگوریہ، عرب انقرہ اور اہل یورپ انگورہ کہتے ہین، التعریبات الشافیہ مین اسکا نام انجور لکھا ہے، یہ شہر ایشیاے کوچک مین اسی نام کی ولایت کا دارالحکومت ہی عرض البلد شمالی ۳۹-۳۱-۱۳° طول البلد شرقی ۴۲-۴۱-۲۲° مین واقع ہے، آبادی ایک ڈھلوان پہاڑ پر ہے اور اسکے قریب ہی ایک چشمہ جاری ہے، جو انگارا مین مل گیا ہے، انگارا دریاے سکاریہ یا سنگاریوس کا

باجگذار ہے، قسطنطنیہ سے دو سو بیس میل کے فاصلہ پر شرق اور جنوب و مشرق کے گوشہ مین واقع ہے، شہر کی عمارت کچھ اچھی نہین ہے، راہین تنگ اور اکثر خام مکانات ہین، لیکن رومی یونانی اور بیزنٹائن سلطنت کی عمدہ عمارتین اب بھی موجود ہین، ان عمارتون مین سب سے نفیس سنگ مرمر سفید کا مندر ہے جسکو اہل شہر نے آگسٹس کی یادگار کے طور پر بنایا تھا، اس مندر کی دیوارون پر یونانی اور لاطینی کے وہ کتبے ہین جنکو مانومنیٹم انقرانم کہتے ہین، ان کتبون مین بادشاہ کے عہد کے اہم واقعات درج ہین عبارت کا بہت حصہ اب بھی باقی ہے،

انگورا کے اون کی بڑی شہرت ہے، اور اسکی نکاسی وسیع ہے، بکرون کی اون آٹھ انچ کے قریب لمبی ہوتی ہے، کتے اور بلی کی پشم بھی بڑی ہوتی ہے، گر یہان کے جانور غیر ملک مین جاتے ہین تو پشم کم ہوجاتی ہے، ان کے علاوہ یہان سے بکری اور بھیڑون کی کھالین، موم، گوند، شہد، زرد پھلین، اور مجیٹھ باہر کو جاتا ہے، یورپ سے مال تجارت بھی آتا ہے، مگر تجارت ارمینیون کے قبضہ مین ہے شہر کی آبادی کا اندازہ بیس ہزار سے ساٹھ ہزار تک کیا جاتا ہے، کل ولایت انگورہ کا رقبہ ۲۷ ہزار میل مربع اور آبادی آٹھ لاکھ ساٹھ ہزار ہے،

جب ترکی سلطنت اپنی اصلی حالت پر تھی تو یورپ مین چھ ولایتین تھین، ادرنہ، سلانیک، قوصوہ، یانیہ، اشقودرہ، مناستر، اور ایشیا مین حجاز، یمن، بصرہ، بغداد، موصل، حلب، سوریہ، (شام) بیروت، خداوندکار، قونیہ، انگورہ (انقرہ) ایدین، آطنہ، قسطمونی، سیواس، دیار بکر، بتلیس (بطلیس) ارض روم، معمورۃ العزیز، وان، طرابزون اکیس ولایتین تھین، افریقہ مین طرابلس، اور بحر سفید مین جزائر بحر سفید۔

Hagopian's Turkish Conversation Grammar p. 133. ط

آجکل انگورا کا نام مشہور ہے،

اول انگورا افریگیا کے متعلق تھا، قریب ۲۷۸ سنہ قبل مسیح جب گالیک کی تین اقوام میں سے

ٹیکٹوسیجیر، قوم گلاٹیا مین قائم ہوئی، اسوقت انگورا اس قوم کا شہر شمار ہونے لگا، ۱۸۹ سنہ قبل مسیح مین

گلاٹیا کو مان لیوس قوم نے مغلوب کیا، اور پچیس سال قبل مسیح مین انگورا کی ولایت رومیون کا ایک

صوبہ بنگئی، انگورا کو دار السلطنت بنایا، یہان عیسائی گرجا بھی تھے، جنکو غالباً سینٹ پال نے تعمیر

کرایا تھا، ۳۱۴ سنہ ء اور ۳۵۸ سنہ ء مین یہان عیسائی انجمنین بھی قائم ہوئی تھین، خلیفہ معتصم باللہ نے

رومیون پر اپنا مشہور حملہ اسی شہر کی چار دیواریون کے نیچے کیا تھا، ۱۴۱۵ سنہ ء مین سلطان محمد اول والی

سلطنت ترکی نے اسکو فتح کیا،

۱۴۰۲ سنہ مین انگورا ہی کے قریب امیر تیمور اور سلطان بایزید یلدرم مین جنگ ہوئی تھی جسمین

بایزید تیمور کے ہاتھ قید ہو گیا تھا، اسی شہر مین امرا القیس بن حجر کندی کو جب وہ قیصر روم کے پاس سے

واپس آتا تھا کسی نے زہر دیدیا تھا، امرا القیس نے اپنے اشعار مین انقرہ کے نام سے اسکا ذکر کیا ہے۔

معارف: امرا القیس اپنے قبیلہ کا شاہزادہ تھا اسکا باپ ایرانیون کے اشارہ سے مار ڈالا گیا

امرا القیس اپنے باپ کے انتقام کے لئے قیصر روم سے امداد کا طالب ہوا، اور اسی تقریب سے اس نے

روم کا سفر کیا، مشہور یہ ہے کہ قیصر کی لڑکی امرا القیس پر عاشق ہو گئی تھی، قیصر کو معلوم ہوا تو اس نے

امرا القیس کو کمک کا وعدہ دیکر حیلہ سے رخصت کر دیا، اور جب انگورہ پہنچا تو اسکو زہر آلود خلعت بھیجا جسکے

پہننے کے ساتھ اسکے بدن سے گوشت کٹ کٹ کر گرنے لگا، اسوقت حالت یاس مین امرا القیس کی زبان سے یہ شعر نکلا۔

رب طعنة مثعنجره — بہت سے زخم جن سے خون ابل رہا ہو،

وخطبة مسحنفره — اور طویل زبان آوری کے جوہر،

تبقى غدا بانقره — کل انگورہ مین رہ جائینگے

اسود بن یعفر ایک عرب شاعر نے ایک عرب خاندان کا ماتم کرتے ہوئے حسب ذیل پر درد اشعار کہے ہین،

ماذا اؤمل بعد آل محرق — ترکوا منازلهم و بعد ایاد

آل محرق اور آل آیاد کے بعد — کیا امید رکھون جو اپنے مقامات کو چھوڑ کر چل بسے

اهل الخورنق والسدیر وبارق — والقصر ذی الشرفات من سنداد

یہ لوگ خورنق، سدیر اور بارق — اور سنداد کے کنگرہ والے محل کے مالک تھے

نزلوا بانقرة یسیل علیهم — ماء الفرات یجیئ من اطواد

یہ انقرہ جاکر بس گئے — ان پر فرات کا پانی جو پہاڑون سے آتا ہے بہتا ہے

جرت الریاح علی محل دیارهم — فکانما کانوا علی میعاد

ان کے مکانات کی جگہ پر آندھیان چل رہی ہین — گویا کہ ان کے جانے کا کوئی دن مقرر تھا

چونکہ جن مقامات کا ان اشعار مین نام ہے وہ عراق مین واقع ہین، اسلئے بعض عرب ادیبون نے

سمجھا ہے کہ انقرہ نام ایک آبادی عراق مین بھی تھی، لیکن محقق عرب جغرافیہ نویسون نے مثلاً

یاقوت حموی نے معجم البلدان مین اور سیوطی نے مراصد الاطلاع مین لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ قبیلۂ ایاد

جو عراق مین حکمران تھا اور اسکی بنائی ہوئی عمارتین وہان تھین، ایرانیون نے اسکو وہان سے نکالدیا،

تو رومیون نے اپنی حدود حکومت مین اسکو جگہ دی اور انقرہ مین اسکے رہنے کا انتظام کیا، تاہم یہ گرہ

رہ جاتی ہے کہ نہر فرات کی جغرافی وسعت وہان تک کہان ہے، ممکن ہے کہ یہ غلطی شاعر کی علمی وسعت کا

نتیجہ ہو، یا فرات سے اس نے عام نہر مراد لی ہو جو نہر انگورہ کے نام سے شہر انگورہ کے نیچے بہتی ہے۔

مترجمات

جامعہ عثمانیہ

ترجمہ مولوی سید نجیب اشرف ندوی

جناب جتندر ناتھ چکرورتی، ایم، اے ایل ایل بی، وایس چانسلر لکھنؤ یونیورسٹی نے اُردو
جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کو دیکھکر اسکے متعلق جن امید افزا خیالات کا اظہار کیا ہے، اُن سے ہر اُردو
دوست کو واقف ہونا نہایت ضروری ہے، وطنی تعلیم اور اردو کو ہندوستان مین ذریعۂ تعلیم بنانے کے
متعلق انکی رائین نہایت حوصلہ افزا ہین، ذیل مین ہم ان کے مضمون کا ترجمہ ناظرین کے سامنے
پیش کرتے ہین:-

دنیاے علم و تعلیم کے ہر فرد نے شاید عثمانیہ یونیورسٹی کا نام سنا ہوگا، لیکن اکثر اشخاص کیلئے
یہ حرف ایک لفظ ہی ہے، حالانکہ وہ ہندوستان کی یونیورسٹی تعلیم مین ایک انقلاب پیدا کر رہی ہے،
اسکا نام ہمارے سامنے بغداد، قرطبہ، یا قاہرہ کے خوابہاے پریشان کا نقشہ پیش کرتا ہے، لیکن
واقعہ یہ ہے کہ وہ ہندوستان کی ایک ریاست کا علمی مرکز ہے، یہ نوزائیدہ یونیورسٹی ہز اگزالٹیڈ ہائنس
نظام کی مربیانہ توجہ سے عالم وجود مین آئی ہے، اور اسی روشنخیال والی کے نام سے موسوم ہے، یہ
شاید نہایت ہی انسب ہوا ہے کہ ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست نے اس کام کی طرف سب سے
پہلے قدم بڑھایا ہے، جو ہندوستان مین یونیورسٹی تعلیم کے انقلاب عظیم کی خبر دیتا ہے، اگر ہم یہ دیکھکر
محو حیرت ہوجاتے ہین کہ ہندوستانی ریاستین جو عموماً برطانوی ہند کے مقابل مین بہت ہی پس ماندہ اور
اور جامد سمجھی جاتی ہین اور علانیہ "زیر حمایت" کے نام سے پکاری جاتی ہین، تعلیم و معاشرت کے

میدان اصلاح مین سب سے پہلے بہادرانہ قدم رکھتی ہین، ہندوستان کی سب سے ترقی پذیر
ریاست بڑودہ مین بہت سے ایسے معاشرتی قوانین نظر آتے ہین جو آجکل کے بہترین اصول پر
بنائے گئے ہین، یہی وہ ریاست ہے جس نے سب سے پہلے لازمی تعلیم کو جاری کیا اور اسکی
نہایت ہی مفید سفری کتبخانون کے نظام کا ذکر ہی کیا ہے، یہ فخر بھی جنوبی ہند کی ایک ریاست ہی کو
ملا ہے کہ اس نے کلکتہ یونیورسٹی کمیشن کے انعقاد اور اسکی سفارشون کے بہت پہلے ہی سے ایک خالص
علمی یونیورسٹی کی بنیاد رکھی ہے، جسمین بی، اے اور بی، ایس، سی کی تعلیم تین سال ہوتی ہے، جو آگے
چلکر ہندوستان کی یونیورسٹیون کا مابہ الامتیاز نشان ہوگا، اسکا سبب شاید یہ ہے کہ یہ ریاستین
برطانوی ہند کی طرح حکام کی زنجیرون سے اسقدر مضبوطی سے جکڑی ہوئی نہیتین ہین، اور وہ عہد گذشتہ
کی خطرناک روایت سے پُر ہین، اور یہی وجہ ہے کہ وہ آزادی سے بڑے بڑے تجربون کی ہمت کر بیٹھتی
ہین، بہرکیف کچھ بھی ہو، لیکن یہ بات اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ تعلیم یافتہ اور رسمت ریاست حیدر آباد نے
جو وفاداری، شان و شوکت اور عزت و عظمت کی قدیم روایات پر اب تک قائم ہے، ایک نہایت ہی
عظیم واہم تجربہ کے میدان مین قدم رکھا ہے، ٹھیک اسوقت جبکہ تمام ہندوستان اس موضوع پر کہ
تعلیم کے مختلف مدارج مین کونسی زبان رکھی جائے سرگرم مباحثہ ہے، اس حوصلہ مند ریاست نے
بُرا یا بھلا جیسا بھی ہو، ایک فیصلہ کن قدم آگے بڑھا دیا ہے، اور اس بات پر فخر کرسکتی ہے کہ یہ عزت
اسی کے حصہ مین آئی ہے کہ دیسی زبانون کے ذریعہ اعلیٰ تعلیم دینے کی وہ اولین رہنما ہے، یہ اس
جامعہ کی نمایان خصوصیت ہے، صرف زمانہ اسکے نتیجہ کا فیصلہ کریگا،

حکام ان لاتعداد اور خطرناک مشکلات سے جو ان کے راستہ مین حائل ہین غافل نہین ہین،
عام رائے کا اپنے ساتھ قائم رکھنا بھی کچھ کم اہم چیز نہین ہے، اسکا ثبوت ہمکو اس واقعہ سے ملتا ہے کہ
جامعہ عثمانیہ کے لئے کوئی وسیع میدان عمل نہین ہے، اور قدیم ترین طرز کے نظام کالج کے ساتھ ہی

ساتھ جو مدراس یونیورسٹی سے ملحق ہے قائم ہے، نظام کالج کا مدراس یونیورسٹی سے الحاق کی بقاء اسلئے نہین ہے کہ جامعۂ عثمانیہ کی کامیابی مین شک ہے، بلکہ یہ صرف ان لوگون کے لئے باقی ہے جو اس جدید طرز کی مقبولیت و موزونیت پر معترض ہین، جب ابتدائی مشکلات حل ہوجائینگی اور تجربہ کی کامیابی تیقن نظر آئیگی جیسا کہ حکام کا خیال ہے کہ ایسا ہی ہوگا تو اسوقت بلا شبہہ یہ کالج بھی اس جامعہ مین ملحق کردیا جائیگا۔

ہندوستان مین ذریعۂ تعلیم کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے تقریباً ایک صدی سے ماہرین تعلیم کی توجہ حاصل کررکھی ہے اور ابتک اسکا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہین نکلا ہے، یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ اسی تاریخی دن سے جس روز کہ لارڈ مکالے کی زبردست وکالت نے خالص عربی و سنسکرت تعلیم کے مقابلہ مین یورپین علوم و فنون کے حق مین فیصلہ کرالیا، دیسی زبانون کے ذریعۂ تعلیم دینے کے استحقاق کا خاتمہ ہوگیا، بہرکیف واقعہ یہ ہے کہ پبلک انسٹرکشن کمیٹی نے اپنی سالانہ رپورٹ ۱۸۳۶ء مین جسکے ایک سال بعد میکالے کا نوٹ اور اسکی مشہور تحریک عالم وجود مین آئی، یہ بات صاف طور سے ظاہر کردی تھی کہ یہ "ریزولیوشن" اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہین رکھتا، کہ آخرکار عام اشخاص کو کس ذریعہ سے بہترین طریقہ پر تعلیم دیجاسکتی ہے، اسکے مقابل مین انھون نے صاف طور سے کہا کہ "ہمارا خیال ہے کہ ہمکو اپنی تمام کوششین دیسی ادبیات کی تعمیر کی طرف مرکوز کردینی چاہئے"۔ یہی ایک خیال تھا جسپر سر سی ٹریویلیان نے بہت زور دیتے ہوئے کہا تھا کہ انگریزی زبان کی تحصیل صرف ایک واسطہ کے طور پر ہونی چاہئے، اور ہمکو اپنا نصب العین حاصل کرنے کے لئے ضرورت ہوگی کہ "اساتذہ کو تعلیم دی جائے، ادبیات پیدا کیجائین، اور اعلےٰ و اوسط طبقہ کا اشتراک عمل حاصل کیا جائے"، پھر ۱۸۹۳ء کے مشہور مراسلہ مین ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹرون نے یہ امید ظاہر کی کہ:۔

"چونکہ دیسی زبانون کی اہمیت کا احساس روز بروز بڑھتا جاتا ہے، دیسی زبانون کی ادبیات کا ذخیرہ یورپین تصانیف کے تراجم، اور ان اشخاص کی مستقل تصانیف کے ذریعہ سے جو یورپین ترقی علوم کے جذبہ سے معمور ہین، بہت کچھ مالدار ہوجائیگا، اور اس طریقہ سے ہم یورپین علوم و فنون کو نہایت آسانی سے عام پبلک تک پہنچاسکین گے"۔

بعد کے واقعات نے اس "مقدس امید" کو پورا نہین کیا ہے، اور یونیورسٹی کی تعلیم نے جو انگریزی مین ہوتی تھی، ایک کشش پیدا کرلی ہے، چونکہ یہ تعلیم زندگی کی کامیابی اور مادی فواید کی طرف رہنمائی کرتی تھی، اسلئے دیسی زبانون کے حصول کے بارہ مین کتنی ہی دلیلین خواہ کیون نہون، عملاً اسکے استحقاق کو غائب کردیا، بہرکیف ہمکو فوراً اس نتیجہ پر نہ پہنچ جانا چاہیئے کہ چونکہ انگریزی تعلیم مادی کامیابی کی طرف رہنمائی کرتی ہے، اسلئے لوگون نے اپنی پوری توجہ اسطرف مبذول کردی، یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ انگریزی کے ذریعہ یورپین علوم کی تعلیم کا اجراء انیسوین صدی کے رہنماؤن کے صحیح مطالبہ پر مبنی تھا کیونکہ انہون نے محسوس کیا کہ ایسے وقت مین جبکہ مغربی علوم اپنے شباب پر تھے، مشرقی زبان مین وہ قوت موجود نہ تھی جو اسوقت کے لوگون کے دماغ پر جو اس اتصال کے باعث ایک نئی دنیا کا خواب دیکھ رہے تھے قابو رکھہ سکتی، مختلف اسباب کی بناپر وہ تعلیم جو عہد گذشتہ مین اس مقدس سرزمین کے ہر اعلیٰ ترین ضرورت کو پورا کرتی تھی، اپنی تمام کشش کھو رہی تھی، اور اسکے ساتھہ ہی علوم مشرقی کے آفتاب کے غروب سے جو سیاہی پیدا ہوگئی تھی، اسی تاریکی مین مغربی علوم کی شمع نے آہستہ آہستہ اپنی روشنی پھیلانی شروع کردی تھی، انگریزی تعلیم نے نہ صرف مادی طریقہ کا راستہ بتادیا بلکہ اس نے وہ دروازہ بھی کھول دیا جو روح، نور الٰہی کے لئے تلاش کررہی تھی، عالم ادبیات کی حیرت کن محاسن نے جو انگریزی تعلیم کی وجہ سے نظر آنے لگے تھے، انکی روح و دماغ کو یکسان اپنا گرویدہ بنالیا، اور انسان کے تمام اعلےٰ جذبات و احساسات مین ایک قوت محسوس ہونے لگی،

یہ کوئی خلاف توقع بات نہ تھی کہ مشرقی علوم کے فقدان کے وقت لوگ ایسے جوش کے ساتھ جو

وارفتگی کی حد تک پہنچتا تہا، اس مطالعہ کی طرف متوجہ ہو گئے جس سے انکو سونے کی وہ کنجی مل گئی جس سے وہ نہ صرف اپنی دنیاوی زندگی مین کامیاب ہونے لگے بلکہ افکار وخیالات کے ایک ایسی دنیا مین داخل ہو گئے جو انکی روح کی نازک سے نازک اور باریک سے باریک ضروری بات کو بہی پورا کرتی تہی، خواہ دنیاوی کامیابی وآرام کے تیقن، یا انسانی فطرت مین روحی عنصر کی کشش یا دونون نے انگریزی تعلیم کو اسقدر دلفریب بنا دیا ہو، واقعہ یہ ہے کہ یہ جذبہ پہلے پہل اعلیٰ طبقہ کے لوگون مین پیدا ہوا، اور گورنمنٹ نے اور نہ مختلف مشنریون نے جو لوگون کو تعلیم کی دولت سے مالامال کرنا چاہتے تہے کوئی سخت مزاحمت کی، اس عالم جوش مین دیسی زبانون کی اہمیت باکل زایل ہو گئی، اور شہر کے ابتدائی مدارس مین بہی اسکے حصول کی ضرورت محسوس نہو ئی، حتی کہ ایک لڑکا اسکول اور کالج کی پوری تعلیم دیسی زبان کا ایک لفظ سیکھے بغیر بہی حاصل کر سکتا ہے، یہ اسکا فقدان کامل تہا جس نے حاکم ومحکوم دونون کی آنکہین کہولدین کہ اس طریقہ نے جسکے متعلق خیال تہا کہ دیسی زبانون کی نشو ونما اور ترقی مین مدد ومعاون ہوگا اسکو اور تباہ اور برباد کر دیا ہے، اگرچہ آجکل دیسی زبانون کی حمایت مین پہر تحریک شروع ہو گئی ہے، لیکن پہر بہی آج یہ دردناک منظر ہمارے سامنے ہے کہ پبلک انسٹرکشن کمیٹی کی آرزو اور حکومت کی امید جو ایک صدی قبل انہون نے ظاہر کی تہی کہ ترقی پذیر دیسی زبانین انگریزی کی جگہ لینگی، ابتک پوری نہین ہوئی ہے، کچہ عرصہ سے دیسی زبانون کی طرف تہوڑی سی توجہ مبذول ہو گئی ہے، اور پرائمری مدارس کی تعلیم دیسی زبان مین رکہی گئی ہے، اور ان مڈل اسکول مین بہی جہان عام تعلیم انگریزی مین ہے، دیسی زبانون کو بہی رائج کر دیا گیا ہے، اس قسم کی ادہوری کوششون سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نکلنے کی امید نہین ہے، اور صرف معمولی کامون سے اس اہم مقصد کو حاصل نہین کیا جا سکتا، یہ نوزائیدہ جامعہ عثمانیہ ہے جس نے نہایت بہادری سے اس راہ عمل پر چلنے کی آمادگی ظاہر کی ہے جو ہر طرف سے مشکلون اور الجہنون مین گہرا ہوا ہے، منتظمین

جامعہ نے نہایت اچہی طرح مشکلات کا مقابلہ کیا ہے کہ اسوقت تک کہ انگریزی ہی ذریعہ تعلیم رہیگی، یہ خیال رکہنا کہ ہم کچہ ترقی کر سکتے ہین، باکل بے سود ہے، حقیقۃً انہون نے اس جوانمردی سے کام لیکر نہ صرف دیسی زبان کی عزت وحرمت کو قائم کر رکہا ہے، بلکہ اس بڑے اعتراض کا جواب بہی دیدیا ہے کہ یہ طریقہ کیونکر اسکولون مین رائج ہو سکتا ہے، یہ اچہی طرح معلوم ہے کہ تجربہ کار ماہرین تعلیم کو اس امر کا کافی احساس تہا کہ اسوقت تک کہ کالجون کا ذریعہ تعلیم انگریزی ہے، یہ خیال کرنا کہ اسکول مین انگریزی تعلیم زبان ثانی کی طرح حاصل کیجائے ایک مہمل سی بات تہی۔

دیسی زبانون کے ذریعہ تعلیم دینے کے فطری طریقہ کی اصلی رکاوٹ فقدان ادبیات ہے، اور ایک صدی کے تجربہ کے بعد یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچگئی ہے کہ تاوقتیکہ یونیورسٹی کے اعلیٰ تعلیم کے لئے اسکی مانگ نہو، اسکا کثرت کے ساتہ وجود مین آنا اور ترقی پانا ناممکن ہے، کسی کو اس گرہ کو کہولنا چاہئے تہا، اس خیال سے مایوسی کے بعد کہ انگریزی تعلیم کے ساتہ ہی ساتہ دیسی زبانین بہی ترقی کرتی رہین گی، سب سے بڑی ریاست نے دوسرا طریقہ کار یعنی "یونیورسٹی کی تعلیم دیسی زبان مین" اختیار کر کے اس گرہ کو کاٹ ڈالا، اور ضروری کتابون کے لئے جنکی ایسے اہم فیصلہ کے بعد سخت ضرورت محسوس ہوگی، منتظمین جامعہ نے ایک مجلس ترتیب دی ہے، جسکا کام مغربی علوم وفنون کی کتابون کا ترجمہ وتصنیف ہے، اسی مجلس پر درحقیقت تمامتر کامیابی کا دار ومدار ہے، اور یہ قابل مبارکباد ہے کہ اس نے ایسے پرجوش نوجوانون کا اشتراک عمل حاصل کیا ہے، جو اپنے فرائض کو نہایت مستعدی سے انجام دے رہے ہین، اسوقت تک انکی ترجمہ ومولفہ کتابون کی تعداد سو تک پہنچی ہے، اور ایک ہزار سے زاید انگریزی اصطلاحات کے اردو الفاظ وضع ہو چکے ہین، سائنس کے الفاظ کے تسمیہ کے متعلق خود دیسی زبانون کے پرجوش حامیون مین بہت کچہ اختلاف رائے ہے، ایک طرف خالص دیسی زبان کے حامیون کا خیال ہے کہ عربی وسنسکرت مادون سے الفاظ بنا کر مغربی اصطلاحون سے باکل الگ

کردیا جائے، اور دوسری طرف ایک اور جماعت ہے جسکا خیال ہے کہ سائنس کی تسلیم شدہ مغربی اصطلاحات کو باقی رکھکر اسکے ذریعہ سے دیسی زبان مین تعلیم دیجائے، ہمکو یہ فوراً تسلیم کرلینا پڑتا ہے کہ موخرالذکر رائے بہت زیادہ قابل عمل ہے، کیونکہ اول تو ان اصطلاحات کی موجودگی کی وجہ سے مؤلفین کی بہت سی محنت اور قوت بچ جاتی ہے، اور دوسرے طلبا نہایت آسانی سے مغربی علوم کی ارتقائی حالت کو سمجھ سکتے ہین، واقعہ یہ ہے کہ جامعہ عثمانیہ نے نہ صرف تمام درجون مین حصول انگریزی کو لازمی کرکے اسکی اہمیت کو تسلیم کرلیا ہے بلکہ اس نے دونون زبانون کے اصطلاحات کو بھی یاد کرنا ضروری بتایا ہے، اب لازمی طور پر یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسی زبان مین تعلیم دیتے وقت جسکا مقصد یہ ہو کہ اُسکے ذریعہ سے انگریزی زبان مین تعلیم کا جو سخت دباؤ دماغ پر ہوتا تھا وہ غائب ہوجائے، تو پھر طلبا سے دو قسم کی اصطلاحات کے یاد کرانے کے کیا معنی ہین، درآنحالیکہ اُردو کی اصطلات مین صاف طور سے تصنع اور کراہت موجود ہے، اصطلاحات کی غربت و ندرت کا اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ باوجودیکہ مین اُردو اور فارسی مین کافی مہارت رکھتا ہون، اور تمام عمر اس سے دلچسپی لیتا رہا ہون، لیکن پھر بھی مین طبعیات کے اس لکچر کو جو ایک انٹرمیڈیٹ کلاس کو دیا گیا بالکل نہ سمجھ سکا، یہ کہا جاسکتا ہے کہ کثرت استعمال سے اصطلاحات کا یہ تصنع و بدنمائی دور ہوجائیگی، لیکن پھر بھی اس جدید تسمیہ پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے، اُسکے برخلاف ہم فوراً اس نتیجہ پر پہنچتے ہین کہ اس سے دماغ پر بہت کچھ دباؤ پڑتا ہے، حالانکہ ملکی زبان مین تعلیم کے رائج کرنے کی اصلی غرض و غایت یہی ہے۔

ایک موضوع پر کچھ معاندانہ بحث کرنے کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جامعہ مین اردو زبان مین دوسرے موضوع پر لکچرون کے سننے کا کیا اثر ہوا بتایا جائے، ایک یورپین یونیورسٹی کے گرایجوئٹ نے اُردو مین تاریخ یورپ پر اسقدر عمدگی سے لکچر دیا کہ اسکے ساتھ ہی ساتھ تمام باتین طلبار کے سمجھ مین آکر

ذہن نشین ہوتی ہین، اور یہ اس تجربہ کی بہترین کامیابی تھی، فارسی زبان کے تاریخ کے لکچر کے متعلق بھی بالکل یہی واقعہ ہے، یہ لکچر بھی ایک یورپین یونیورسٹی کے گریجویٹ نے دیا تھا اور اگرچہ وہ بہت کچھ علم الالسنہ کے عالمانہ معلومات سے پُر تھا، پھر بھی انہین وہ لوگ بھی بہت کچھ دلچسپی لے سکتے تھی، جنھون نے کبھی بھی اسپر کچھ نہ سُنا ہو، جامعہ کے تمام کامون کو دیکھکر مین نہایت ہی غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہون کہ ایک عرصہ تک اگر طلبا کو نہین تو کم از کم اساتذہ کو انگریزی زبان سے واقفیت کی سخت ضرورت باقی رہیگی،

جامعہ عثمانیہ کے منتظمین نے بھی اس بات کو سمجھ لیا ہے، اور اسکا ثبوت اسطرح دیا ہے کہ تمام نصاب مین انگریزی زبان کی تعلیم مدراس یونیورسٹی کے برابر رکھی ہے، اسطرح سے اُنھون نے تعلیم یافتہ ہندوستانیون کے اس درد کا علاج بھی پیدا کردیا ہے، جو وہ انگریزی تعلیم کے غائب ہوجانے کی خیالی سے تکلیف محسوس کرتے تھے، یہ دیکھنا باقی رہتا ہے کہ دوسرے مضامین کو دیکھتے ہوے یہ ممکن بھی معلوم ہوتا ہے کہ نہین کہ انگریزی تعلیم کا یہ معیار قائم رکھا جاسکے حتی کہ بعض ان ہندوستانی یونیورسٹیون مین جہان ذریعہ تعلیم انگریزی ہے، یہ ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ انگریزی تعلیم کے مطلوبہ معیار کو گھٹا کر صرف اس حد تک لایا گیا ہے کہ ضرورت بھر کی انگریزی آجائے، لیکن اس جدید تجربہ مین یہ نہایت ہی عقلمندانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ انگریزی تعلیم کو نہایت ہی غیر محسوس طور پر کم کرنے کی کوشش کیگئی ہے، تاکہ ان لوگون کے جذبات کو کوئی ٹھیس نہ لگے، جو مغربی ادبیات کی شراب سے سرشار ہین، اور موجودہ نسلون کو اس بیش بہا عطیہ سے محروم ہوتے دیکھکر تکلیف محسوس کرتے ہین،

ہندوستان کی دوسری زبانون مثلاً ہندی، مرہٹی، گجراتی، تلگو، تامل، اور ملایالم (جو کم و بیش حدود مین بولی جاتی ہین) کے مقابل مین اردو کو ذریعہ تعلیم بناکر جامعہ نے ایک اہم ترین مشکل کو حل کرلیا ہے، اس فیصلہ کی تائید مین یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ اُردو زبان دراصل وہ کڑی ہے جو مختلف زبان بولنے والون کو ایک ساتھ جمع کرتی ہے

اور حیدرآباد مین تقریبًا ہر شخص اُسکو سمجھتا ہے ۔

اسکے ساتھ ہی ساتھ یہ کہنا بے سود ہے کہ تقریبًا ہر صوبہ کی ایک خاص زبان ہے اور اُسکے اختیار
کرنے کے یہ معنی ہین کہ دوسرے صوبون پر اُسکی برکت کا دروازہ بند کردیا جائے، اور پھر بھی ہمکو ضرورت
ہم کسی نہ کسی دیسی زبان کو اختیار کرین تاکہ لکچرون کے دُہری اور تہری محنت سے محفوظ رہین، جامعہ
عثمانیہ کا انتخاب اسی وجہ سے ہے، نہ کہ کسی دوسری زبان کے نکالدینے کے خیال سے، واقعہ یہ
ہے کہ یہ اسلامی ریاست اسقدر آزاد خیال ہے کہ مذہبی شعبہ مین جو جامعہ کا ایک جزو ہے، اسکا خیال
ہے کہ ہندو مذہب کی بھی تعلیم دیجائے، اور صرف ان لوگون کے خیال سے جنکو اُردو سمجھنا مشکل ہے
اس نے ابتک نظام کالج کو قائم رکھا ہے کیونکہ وہان ذریعۂ تعلیم انگریزی ہے ۔

اس کالج کا تذکرہ، خوامخواہ اُسکی شاندار اور مکمل تجربہ گاہ کی طرف ذہن کو منتقل کرتا ہے

اس کالج کی وسعت کے مقابل مین جامعہ کا موجودہ مکان، بہت ہی تکلیف دہ اور غیر اہم ہے
لیکن ہمکو یاد رکھنا چاہیئے کہ جامعہ کے موجودہ مکانات صرف چند روزہ اور عاریتہً ہین، خیال ہے کہ
ادیکا میسٹ مین تقریبًا تین مربع میل زمین جامعہ کے لئے حاصل کیجائے، اور ایک جامعہ کے لئے
اس سے بہتر منظر کا تخیل ناممکن ہے، یہ اپنی بلندی کی وجہ سے نہایت ہی خوش منظر ہے، اور
اگرچہ شہر کے شور و ہنگامہ سے دُور ہے، لیکن پھر بھی شہر مین پہنچنا کچھ مشکل نہین، ایسی عمارتون کے
تعمیر کا خیال ہے جن پر کئی کرور روپئے صرف ہونگے، مین یہ سُن کر حیران رہ گیا کیونکہ میرے خیال
مین اس شعبہ مین چند لاکھ روپیہ صرف کرنا بھی بہت ہے، لیکن ہندوستانی ریاستون مین ابتک
یہ خیال باقی ہے کہ کام کو نہایت شاندار طریقہ سے کیا جائے خواہ اسمین کتنا ہی خرچ کیون نہو،
نظام نے اپنے دارالسلطنت کے قریب ایک نہر تعمیر کرائی ہے جو اُنہی کے نام پر عثمان ساگر کے
نام سے موسوم ہے اور وہان کے باشندون کے لئے ایک ذریعۂ مسرت ہے حالانکہ اُسکی

اصلی غرض یہ تھی کہ شہر مین پھر سیلاب نہ آسکے، اور اہل شہر کو ہمیشہ پانی کی ایک کافی مقدار
دستیاب ہوسکے، ہمکو کافی امید ہے کہ جب جامعہ کی اپنی عمارتین عالم وجود مین آجائینگی، اسوقت یہ
اس قسم کے نظام تعلیم کی بنا ڈالیگا جو ایک طرف تو دوسری یونیورسٹی کے لئے ایک نمونہ ہوگا، اور دوسری
طرف لوگون کے دلون مین ایک ولولہ پیدا کریگا، اور آیندہ نسلون کے لئے ایک باعزت کارنامہ
ثابت ہوگا ۔

ناظرین معارف سے خطاب

رسالۂ معارف کی زندگی کا ساتوان سال اب شروع ہوا ہے، اس عرصہ مین اس نے ملک
و قوم کی جو داغی خدمت انجام دی ہے، اسکی تشریح غالبًا ہمارے لئے خودستائی ہوگی، ہندوستان کی
آب و ہوا ہمیشہ سے خالص علمی رسالون کے راس نہین آتی اور خصوصًا موجودہ ہنگامۂ کارزار مین جبکہ
ہندوستان کا دماغ و دل تمامتر سیاسی کامون مین مصروف ہے، تاہم اسکا ہم اعتراف کرتے ہین کہ اسکے
باوجود معارف کی قدردانی اور حلقۂ مطالعہ مین کمی نہین ہوئی، اور نہ اپنے مالی معاونین یعنی خریدارون کا
گلہ نہین کرتا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک بلند علمی رسالہ کا جو تخیل ہمارے سامنے ہے اسکے لئے اس سے زیادہ
وسیع حلقۂ خریداری اور مالی وسعت کی ضرورت ہے، ہمارے ساتھ اگر ہمارے ناظرین بھی ایک علمی رسالہ کو
اس سے بہتر اور مکمل دیکھنا چاہتے ہین تو انکی خدمت مین یہ گذارش بیجا نہوگی کہ از راہ علم پروری وہ ادائے
خدمت علم اسکے حلقۂ احباب کی توسیع مین ہماری مدد فرمائین، ہمین یقین ہے کہ انکی توجہ اس باب مین
ہمارے لئے بہت کارآمد ہوگی امید ہے کہ اس تجویز کو عام اردو رسائل کے معمولی درخواستون پر قیاس نہ کیاجائیگا،
اور ہمیشہ اور دو ہمیشہ مین وہ اپنی کوششون کے نتائج سے معارف کی عملًا حوصلہ افزائی کرکے ہمین شکرگزاری کا موقع دینگے۔

سید سلیمان ندوی

تلخیص و تبصرہ

خاندان گپتا کا صحیح زمانہ

جب سے تاریخ ہند ایک مدون فن کی حیثیت سے عالم وجود مین آئی ہے، اس بات کی برابر کوشش جاری ہے کہ مختلف قرائن اور واقعات کے استنباط سے ہندو راجاؤن کا عہد حکومت صحیح طور سے متعین کیا جائے، چونکہ یہ مسئلہ فہم اور قیاس کا ہے، اسلئے محققین مین اسکے متعلق اختلاف راے کا پیدا ہونا ضروری ہے، چنانچہ مشہور ہندو حکمران خاندان گپتا کے راجاؤن کے صحیح زمانہ کے متعلق مختلف نظریئے قائم کئے گئے ہین، بعض لوگون نے چند واقعات کی بنا پر ان کے زمانہ کو پیچھے ہٹا دیا، اور بعض نے آگے بڑھا دیا، خود ان راجاؤن کے حالات اسقدر غیر محقق ہین کہ یہ پتہ نہین چلتا کہ ان میں کون باپ تھا اور کون بیٹا، مسٹر ونسنٹ اسمتھ ای، سی، ایس نے جو سنسکرت کے عالم اور عہد ہندو کے مستند مورخ ہونے کی حیثیت سے کافی شہرت رکھتے ہین، اپنی تاریخ عہد ہندو مین مسٹر فلیٹ ماہر آثار قدیمہ کے بیانات پر اعتماد کر کے اسکا ہر ایک زمانہ متعین کیا تھا، اور لوگ اسی کو تسلیم کرنے لگے تھے، لیکن جنوری سنہ ۱۹۱۸ء کے "ہندوستان ریویو" مین مسٹر پنالال نے ایک نہایت ہی مبسوط اور مدلل مضمون لکھکر مسٹر اسمتھ کی غلطی کی اصلاح کی، اور اسکا صحیح زمانہ بتایا، مضمون اسقدر مدلل اور واقعات و تحریرات پر مبنی تھا کہ خود مسٹر اسمتھ کو ان کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا، چنانچہ اُنھون نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ سنہ ۱۹۲۰ء مین اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یورپ کے مستشرقین جہانتک بھی

پرواز کرین اور یورپ کے علمی حلقہ مین جہانتک بھی داد حاصل کرین، تاہم عربی کا مشہور مقولہ اہل البیت ادری بما فیہ ابتک صحیح اور درست ہے۔

مسٹر اسمتھ کے اعتراف کا مضمون حسب ذیل ہے:-

(۱) ہیون ژنگ نے مگدھ کے بالادیتہ اور ہن بادشاہ مہراگولا کی شکست کے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے ممکن ہے کہ واقعات کی بنا پر ہو، لیکن غیر مورخانہ ہونے کی وجہ سے نظر انداز کیا جاسکتا ہے، اُس نے پنجاب کے درویشون سے یہ قصہ سنا، اور یہ کہنا ممکن ہے کہ کس طرح یہ روایت عالم وجود مین آئی، اسلئے کمار گپتا کے لئے بعد کے کسی زمانہ کے تجویز کی ضرورت باقی نہین رہتی۔

(۲) گپتا کے شاہی سلسلہ مین صرف دو کمار گپتا پائے جاتے ہین نہ کہ تین جیسا کہ حال کی تاریخی تحقیقات ظاہر کرتی ہین،

(۳) بودھ گپتا، گپتا کے شاہی سلسلہ کا ایک بادشاہ تھا جو بنارس اور بنگال مین وینا چپور کے علاوہ مغربی صوبون کا بھی بادشاہ تھا۔

(۴) مسٹر پنالال کے نتائج کو پروفیسر پاٹھک (بھنڈارکر کومومریشن والیم کتب یادگار بھنڈارکر) کے نتائج سے ملاکر ہم اس بات کا دعویٰ کرسکتے ہین کہ مہراگولا کے باپ تورامانا نے ہندوستان مین سنہ ۵۰۰ء سے سنہ ۵۰۲ء تک دو یا تین سال تک حکومت کی ہے، اسکے سکے مورخہ سنہ ۵۲ اسکی ہندوستانی حکومت کے پہلے سال کے ہین، اور سنہ ۴۹۹ ہن سنہ ہے، یہ بات بہت پہلے ایم ڈارون نے پایہ تحقیق کو پہنچادی ہے، (جرنل ایشیاٹک سنہ ۱۸۹۰ء اور مسٹر اسمتھ کا مضمون مندرجہ جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد نمبر ۶۳ حصہ اول صفحہ ۳۲ سنہ ۱۸۹۴ء دیکھو) مہراگولا سنہ ۵۴۲ء مین مرا۔

(۵) گپتا شاہی سلسلہ کے بادشاہون مین کمار گپتا اول سے بودھ گپتا کے زمانہ تک ہم جس سلسلہ نسب کے نتیجہ پر پہنچے ہین، وہ ذیل مین واضح طور سے درج ہے۔

شجرہ

کمار گپتا اول سنہ ۴۱۴-۴۵۵ء

پور گپتا سنہ ۴۶۷-۴۶۹ء — سکند گپتا سنہ ۴۵۵-۴۶۷ء

نرسمبو گپتا بالادیتا سنہ ۴۶۹-۴۷۳ء

کمار گپتا ثانی سنہ ۴۷۳-۴۷۶ء

بودھ گپتا (اسکا نسب نامہ معلوم نہین ہے) سنہ ۴۷۶-۴۹۴ء

(۶) ان بادشاہون کا درجہ جنھون نے ذیل کے خطابات کے بھدے سکے چلائے مشکوک ہے،

پرکاشدیتا، دوادشادیتا، گھٹوگپتا اور دیشنوگپتا،

ممکن ہے کہ ان مین سے بعض خطابات، تمام کے تمام ان نامون کے جو نسب نامہ مین دیئے ہین مرادف ہون، مثلاً دیشنوگپتا اور پرکاسدیتا، ممکن ہے کہ ایک ہی ہون کیونکہ پرکاشاس دیشنو کے "دتاسن" یا قاصد تھے، اور یہ دونون خطابات پورگپتا کے ہون، اس قسم کی توضیح یا دوسری اور وضاحتین موجودہ زمانہ مین غیر محقق ہین،

سیرۃ نبوی حصہ دوم

کے اب بہت کم نسخے رہ گئے ہین جن صاحبون کو ضرورت ہو وہ جلد منگوالین ورنہ طبع دوم کا انتظار کرنا ہوگا، قیمت باختلاف کاغذ (۵) عہ ر و (۴) للعہ ر

"مینجر"

اخبار علمیہ

ڈاکٹر نرنسٹ، صدر برلن یونیورسٹی و نامور ماہر طبعیات کے دعوت نامہ پر بابو میگھ ناد ساہا سال گذشتہ کے وسط مین کلکتہ سے جرمنی روانہ ہوئے، بابو صاحب ہندوستان مین فن طبعیات فلکی کے ایک ممتاز محقق سمجھے جاتے تھے، اور ڈاکٹر موصوف نے انہین اس غرض سے جرمنی مدعو کیا تھا کہ اسکے دار التجربہ (ریسرچ انسٹیٹیوٹ) مین قیام کرکے اس فن کے متعلق اپنی تحقیقات عالیہ کے سلسلہ کو جاری رکھین، چنانچہ بابو صاحب چھ ماہ تک انسٹیٹیوٹ مذکور کے مہمان اور تحقیقات عالیہ مین مصروف رہے، انکی تحقیقات کے نتائج جرمنی کے جرنل آف فزکس مین شائع ہوتے رہے، انکے محققانہ مقالات اس پایہ کے نکلے کہ جرمنی کے سب سے بڑے اساتذہ سائنس مثلاً پروفیسر آئینسٹائن، و ڈاکٹر سومر فیلڈ دنگ رہ گئے، اسکے بعد جرمنی کی متعدد یونیورسٹیون، میونخ، لیپزگ، جینا، گوٹنگن، برلن وغیرہ نے مسٹر ساہا کو اپنے ہان مدعو کیا، اوران سے فن طبعیات پر لکچر دلائے، مسٹر ساہا اس سے قبل امپریل کالج آف سائنس (لندن) مین کام کرچکے ہین، اور انکے بکثرت مضامین فلاسوفیکل میگزین (لندن) اور فزیکل ریویو (امریکہ) وغیرہ مین نکل چکے ہین، اور ہند کا یہ نامور فرزند حکمائے یورپ کے قلوب کو مسخر کرکے حال مین وطن واپس آیا ہے، (کالیجین)

برلن کی جرمن اورینٹل سوسائٹی، جو مشرقی علوم خصوصاً ہندو علوم والسنہ کے متعلق گران قدر خدمات مدت سے انجام دے رہی ہے، حال مین اسکا سالانہ جلسہ منعقد ہوا، صدر مجلس پروفیسر لیوڈرس نے ہندوستانی ارکان انجمن کا بھی شکریہ ادا کیا، سات یا آٹھ ہندوستانی جلسہ مین شریک تھے جو بنگال

پنجاب اور بمبئی کے ہندو افراد پر مشتمل تھے، تقریر صدارت کے جواب مین ہندوستانیون کی جانب سے سر تاراچند راے نے جرمن زبان مین تقریر کی جسمین ہندوستان کی علمی و تاریخی عظمت و اہمیت کی تصریح تھی،

(ایضاً)

———-٭-———

ڈاکٹر جمیس کاٹن نے حال مین ایتھر کا ایک مرکب ایسا تیار کیا ہے جسکے سونگھنے کے بعد انسان کی قوت رازداری سلب ہوجاتی ہے، اور وہ اپنا گھرے سے گہرا راز بتا دینے پر آمادہ ہوجاتا ہے، چند روز ہوئے لندن مین بچون کی ایک معلمہ کو جو نوجوان اور حسین تھی چند بدمعاش کہین بھگا لیگئے، اور اسکے بعد جب وہ واپس آئی تو بالکل مدہوش اور از خود رفتہ معلوم ہوتی تھی، اسپتال مین پڑی ہوئی تھی مگر حادثہ کے متعلق نہ کسی سوال کا جواب دیسکتی تھی، نہ کوئی مفید اطلاع اسکے متعلق دیسکتی تھی، پولیس اپنی ساری کوشش کر کے تھک چکی تھی، اسکے بعد اسپتال کے دو ڈاکٹرون نے اسی ایتھر کا مرکب اُسے سنگھایا جس سے اسکے ہوش وحواس درست ہوگئے، اور پورے واقعہ کی تفصیل اُس نے بیان کردی، مجرمون کا پتہ لگ گیا عدالت مین مقدمہ پیش ہوا، اور یہان بھی اس خاتون نے اپنے سابقہ بیان کے مطابق اظہار دیا۔

(پاپولر سائنس)

———-٭-———

اٹلی کے ایک صناع رانیزی نے تین سال کی مسلسل محنت کے بعد ایک عظیم الشان کلاک گھڑی بانس کی تیار کی ہے، اسمین کمال یہ دکھایا گیا ہے کہ بجز تکلن کے اور کوئی شے دھات کے قسم سے شامل نہین، گھنٹہ، منٹ اور سکنڈ کی سوئیان اور جتنے پرزے اور کمانیان وغیرہ ہین سب بانس ہی کی ہین، ہر پاؤ گھنٹہ کے بعد یہ گھڑی بجتی ہے، ہر روز ٹھیک بارہ بجے دن کو ایک چھوٹی سی توپ اسمین فیر ہوتی ہے اور سیٹی اور گھنٹی بجتی ہے، کوک دینے کی ہر چوتھے برس ضرورت پڑیگی، اسکی جسامت

قد انسانی کے مساوی ہے،

(پاپولر سائنس)

———

امریکہ مین ایک بائسکل ایسی ایجاد ہوئی ہے، جسپر دس آدمی ایک دوسرے کے پیچھے ایک ہی وقت مین سوار ہوسکتے ہین، اور جسوقت اسکے پائدان یہ دسون آدمی گھماتے ہین اُسکی شرح رفتار فی گھنٹہ ۶۰ میل تک پہنچ جاتی ہے:

(سائنٹفک امریکن)

———

۱۸۹۶ء سے جب سے طاعون کا قدم ہندوستان مین آیا، اسوقت چوہون کے باعث جسقدر اتلاف نفوس ہوچکا ہے اس سے قطع نظر کرکے ابتک ان کے باعث جتنا مالی خسارہ ہندوستان کو ہوا ہے اسکی میزان کم از کم ۰۰۰،۰۰۰،۳۰،۱۲۴ روپیہ کی ہوتی ہے، (ماڈرن ریویو بحوالہ بربما ٹکل ٹائمس)

———

امریکہ مین ایک خاتون مس اینی کینس کی آجکل خاص شہرت ہورہی ہے، جو فلکیات مین حیرت انگیز کمال رکھتی ہین، ان کا سن اب قریب ۶۰ سال کے ہے، ساری عمر اُنھون نے ستارون کی گردش کے مطالعہ مین صرف کی، ابتک وہ تین بالکل جدید ستارون کی اور ۶۰ غائب ہونے والے ستارون کی دریافت کرچکی ہین، ستارون کے فاصلہ کی پیمائش مین دوسرے ماہرین فن کا بہت کافی وقت صرف ہوتا ہے مگر یہ خاتون ان مسافتون کا صحیح اندازہ چشم زدن مین کرلیتی ہین، اسوقت ستارون کی جو فہرست چھپ رہی ہے اسمین سے سات لاکھ ستارون کی تقسیم و تنظیم ان کے ہاتھ کی ہوئی ہے، رصد خانہ ہارورڈ مین تصاویر فلکی کا شعبہ انھین کے سپرد ہے،

(ماڈرن ریویو)

———

انگلستان مین عورتون کے پولیس مین بھرتی ہونے کی ابتدا ۱۹۱۴ء سے ہوئی، اسوقت صرف

ایک عورت صیغۂ پولیس مین داخل ہوئی تھی، مگراب ۱۵۰۰ کے قریب عورتین پولیس کا کام سیکھ چکی ہین، اور ۴۰ ہزار پونڈ کی رقم بھی زنانہ پولیس کے سرمایہ مین فراہم کرچکی ہین، امریکہ کا نمبراس معاملہ مین انگلستان سے بڑہا ہوا ہے، یہان تیس ہزار سے زاید شہرون مین زنانہ پولیس کام کرتی ہے، (ایضاً)

جرمنون کو جب سے انگریزی وفرانسیسی صلحنامہ کی رو سے ہوائی جہازون اور طیارون کے بنانے کی ممانعت ہوگئی ہے، اسوقت سے انھون نے اپنی توجہ اڑانے والی شینون کی تیاری پر صرف کرنا شروع کردی ہے، یعنی ایسی شین جسکے سہارے سے انسان ہوا مین اڑ سکے، چنانچہ اس کوشش مین اُنھین کامیابیان شروع ہوگئی ہین، حال مین اس قسم کی شینون کا آزمائشی مقابلہ کیا گیا تو ۴۵ شینین پیش ہوئین، اس مقابلہ مین تین اشخاص سب سے زیادہ کامیاب سمجھے گئے، جنمین سے ایک شخص ۲۲ منٹ تک ہوا مین رہا، اور اسکے بعد شین سمیت گرپڑا، دوسرا شخص ۱۵ منٹ ۴۰ سکنڈ تک اڑتا رہا، اور اتنی دیر مین چار میل سے زاید مسافت طے کی، تیسرا شخص جو سب سے اول درجہ پر رکھا گیا، ۱۳ منٹ تک فضا مین رہا، اور ۶ میل سے زاید مسافت طے کی، (سائنٹفک امریکن)

بعض اڑنے والے جانور حالت پرواز مین اپنے پرون کو فی سکنڈ ۲۲۰ مرتبہ بند کرتے ہین،

شہد کی مکھی 〃 〃 〃 ۲۲۰ تا ۴۴۰ مرتبہ بند کرتی ہے

معمولی مکھی 〃 〃 〃 ۴۰۰ تا ۶۰۰ مرتبہ بند کرتی ہے،

ہوائی شین اسکے مقابلہ مین فی سکنڈ صرف ۲۵ مرتبہ اپنے پرون کو گردش دیتی ہے،

(پاپولر سائنس)

ہر مہینہ سے زیادہ ماہ نومبر مین ستارے ٹوٹتے رہتے ہین، بہت سے ٹوٹے ہوے ستارے سطح زمین تک پہنچ بھی جاتے ہین، ڈاکٹر گملیگن کے قول کے مطابق شہاب ثاقب کے وزن سے کرۂ ارض مین روزانہ ۱۰۰ ٹن کا اضافہ ہوتا رہتا ہے، لیکن زمین کا وزن چونکہ درمیان ۵،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ٹن اور ۶،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ٹن کے ہے، اسلئے کہین ۴۰ کرور سال مین جاکر دبازت ارض مین بقدر ۱۲ انچ کے اضافہ ہوسکتا ہے، (ایضاً)

ڈاکٹر سوہندر بوس نے جو امریکہ کی ایک سرکاری یونیورسٹی مین پروفیسر ہین، ملک چین کی خصوصیات ذیل شمار کرائے ہین :-

(۱) چین دنیا کے سب سے بڑے براعظم (ایشیا) مین سب سے بڑا ملک ہے، جسکا رقبہ ۴،۰۰۰،۰۰۰ مربع میل ہے،

(۲) چین کی آبادی دنیا کے تمام ممالک سے زاید ہے، یعنی ۴۰ کرور،

(۳) چین ہی ایسا ملک ہے جسکی مستند تاریخ شروع سے ابتک محفوظ ہے،

(۴) چین مین والدین واولاد کے تعلقات تمام ممالک سے زیادہ پرمحبت ہین،

(۵) چین دنیا کا سب سے پہلا ملک ہے جو ایجاد واختراع پر مایل ہوا تھا، اسکی اولین ایجادون مین کاغذ، فنِ طباعت، بارود وغیرہ کی ایجادین ہین،

(۶) چین ہی سے ریشم اول اول یورپ مین سنہ ۵۵۵ء مین پہنچا ہے،

(۷) چین مین دنیا کی سب سے زیادہ طویل دیوار ہے، جسکا طول ۱۴۰۰ میل کا ہے،

(۸) چین ہی مین سب سے پہلے زر کاغذی کا رواج ظہور مسیح سے ایک ہزار سال قبل ہوا،

(۹) چین نے دنیا کی ایک قدیم ترین مطلق العنان شاہنشاہی کو نہایت قلیل مدت مین اور بہت ہی خفیف خونریزی کے ساتھ ایک جمہوریت مین تبدیل کر دیا،

(۱۰) چین کے طلبہ بیرونی ممالک مین آج تمام دوسرے ممالک کے طلبہ سے زیادہ تعداد مین تحصیل علم کر رہے ہین،

(ماڈرن ریویو)

اکس ریز کے مشہور ڈاکٹر بروس کی وفات کے بعد ڈاکٹر دن کی جو کمیٹی انگلستان مین اکس ریز کے خطرات کی تحقیق کے لئے بٹھائی گئی تھی اسکی رپورٹ شایع ہو گئی ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ اکس ریز کے اثر سے امراض جلدی، فساد خون، اور اعضاے اندرونی مین خرابیان پیدا ہو جاتی ہین، یہ اثر مریضون پر کم ہوتا ہے، اسلئے کہ انہین بہت ہی قلیل عرصہ کے لئے اس سے سابقہ پڑتا ہے، البتہ جو ڈاکٹر اس خدمت پر ہوتے ہین، انہین زیادہ، اسکے خطرات کا شکار ہونا پڑتا ہے، کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ جو ڈاکٹر اس خدمت پر متعین ہو وہ کسی ہفتہ مین سات گھنٹے سے زیادہ اس کام مین نہ مشغول رہین، روزانہ کافی ہوا خوری کیا کرین، اور سال مین ایک مہینہ کی رخصت لیتے رہین،

(انڈین ریویو)

روح الاجتماع

جماعت انسانی کے نفسیات پر اردو مین بہترین کتاب فرنچ مصنف موسیو لی بان کی تصنیف، اسکے پڑھنے سے یہ معلوم ہوگا کہ مجمع انسانی، جلسے اور مقررین کے کیا طبعی نفسی اصول ہین۔

"منیجر"

ادبیات

غزل زندانی

خواجہ عبد المجید صاحب بیرسٹر صدر جامعہ ملیہ علی گڈھ

کیا یہ سچ ہے کہ مصیبت انسان کو پُرترنم بنا دیتی ہے، محترم محمد علی کی شاعری کا جوہر بھی قید خانہ ہی مین جا کر کھلا، اب ہمارا ایک دوسرا قیدی جسکو ابتک ہم شاعر نہین جانتے تھے، آگرہ کے قفس محبس مین یون نغمہ پرداز ہے:۔

کسکو سودا ترا اے زلفِ پریشان نہوا
کون پابند بلاے شبِ ہجران نہوا

کاوش دستِ جنون ہی ہین اسد رجہ پسند
کبھی تلوون سے جدا خارِ مغیلان نہوا

شور ہے محفل عشاق مین وہ آتے ہین
فتنۂ حشر ہوا، جلوۂ جانان نہوا

بسکہ سینہ مین چھپالی تھی تمہاری تصویر
ہم سے وحشت مین کبھی چاک گریبان نہوا

ناتوانی کی یہ حالت ہے کہ کہنا تو کجا
میرے چہرہ سے بھی ظاہر غم پنہان نہوا

تو وہ قطرہ تھا کہ پوشیدہ تھا دریا جسمین
تیری نادانی کہ برپا کبھی طوفان نہوا

مین وہ ذرہ ہون کہ پوشیدہ ہے صحرا جسمین
قید ہوکر بھی اسیرِ غم پنہان نہوا

(۲)

از جناب اصغر حسین صاحب اصغر

ادنی سایہ حیرت کا کرشمہ نظر آیا
جو تھا پس پردہ سر پردہ نظر آیا

پھر مین نظر آیا نہ تماشا نظر آیا
جب تو نظر آیا مجھے تنہا نظر آیا

اللہ ری، دیوانگیٔ شوق کا عالم | اک رقص مین ہر ذرۂ صحرا نظر آیا
اب خود ترا جلوہ جو دکہا دے وہ دکہا دے | یہ دیدۂ بینا تو تماشا نظر آیا
اُٹھے وہ عجب شان سے اک جوشِ غضب مین | چڑھتا ہوا اک حسن کا دریا نظر آیا
تا لطفِ جنون، دیدۂ خونابہ فشان سے | پھولون سے بھرا دامن صحرا نظر آیا
کس درجہ ترا حسن بھی آشوب جہان ہے | جس ذرہ کو دیکہا وہ تڑپتا نظر آیا

غزل

از مولانا عبد السّلام ندوی تحسیمؔ

جہان دیکہتے ہین جدہر دیکہتے ہین | فقط اک فریبِ نظر دیکہتے ہین
یہ صیاد کو کیون پسند آئے آشنا | مرے ہمنوا میرے پر دیکہتے ہین
اُنہین دیکہنے کی کہان راہ نکلی | ابھی تک تو دیوار و در دیکہتے ہین
اشارہ جو پائین تو تم کو بھی دیکہین | ابھی تو تمہاری نظر دیکہتے ہین
نظر باز بنکر تسیمؔ اوس گلی مین | تماشاے اہل نظر دیکہتے ہین

مطبوعاتِ جدیدہ

اوراقِ سحر، جناب جوشؔ ملیح آبادی نے صبح کے متعلق مختلف چھوٹے چھوٹے لطیف ادبی مضامین لکھے ہین، فقرون کی لطافت و نزاکت نے نثر مین شاعری کی روح پیدا کردی ہے، اس قسم کی انشا پردازی کی اردو مین جو مثالین لوگون نے پیش کی ہین، ان مین سہولت، شیرینی اور روانی کی بہت کم پروا کی ہے، غریب الفاظ، ثقیل لغات، نامانوس بندشون اور عربی و فارسی کی غلط ترکیبون سے وہ معمور ہین، جوشؔ کے یہ اوراق ان عیوب سے پاک ہین، چھوٹی تقطیع، قیمت ۵/

مقالاتِ زرین، جوشؔ نے چھوٹے چھوٹے لطیف ادبی فقرون مین مختلف عنوانات پر حکمت و موعظت کے مقولے لکھے ہین، جو خرد آموز بھی ہین اور دلچسپ بھی، قیمت ۱/

جذباتِ فطرت، جناب جوشؔ نے اس نظم مین یہ دکہایا ہے کہ تمام مناظر قدرت شاعر کو اپنی دلفریبیون کی طرف دعوت دیتے ہین، ایک ایک طبعی منظر کو لیکر جوشؔ نے اس سے اور اس نے جوشؔ سے باتین کی ہین، قیمت ۳/

آوازۂ حق، واقعۂ کربلا پر جوشؔ کی ایک نظم ہے جسمین کہین فلسفیانہ، کہین شاعرانہ، کہین مذہبی اور کہین تاریخی حیثیت سے شاعر نے اس دردناک واقعہ پر نظر ڈالی ہے، قیمت ۸/

یہ چارون رسالے چھوٹی تقطیع پر عمدہ لکہائی چھپائی کے ساتھ عمدہ کاغذ پر چھپے ہین، اور رئیس احمد خان صاحب رئیس ملیح آباد لکھنؤ سے ملین گے،

فلسفۂ محبت، جناب مولوی امام الدین صاحب اکبر آبادی نے عشق و محبت کی حقیقت ناول کے پیرایہ مین بیان کی ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ عشق روحانی چیز ہے، قیمت ۱۲/

مجسمۂ وفا، یہ جان رسکن کے ایک دلچسپ قصے "کنگ آف دی گولڈن رور" کا ترجمہ ہے لیکن اسقدر فصیح ہے کہ ترجمہ نہیں معلوم ہوتا، جناب سید شوکت حسین صاحب راہونوی نے لڑکیون اور لڑکون کو اخلاقی تعلیم دینے کے لئے اس قسم کے رسالون کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے، مجسمۂ وفا اس سلسلہ کا پہلا رسالہ ہے، قیمت ۳ ر،

دونون رسالون کے ملنے کا پتہ محمد عبد الغفور صاحب مشرقی کتبخانہ لاہور،

مُسلم: مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماے ہند کی سرپرستی مین اس نام کا ایک ہفتہ وار اخبار دہلی سے شائع ہوا ہے، جو صحافت کی متعدد خوبیون کا جامع ہے، اور اسلامی اور ملکی مسائل پر آزادانہ راے ظاہر کرتا ہے، قیمت سالانہ للعہ ر، ششماہی عہ، پتہ کوچہ چیلان دہلی،

عبرت: مولوی اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی ایک کامیاب ایڈیٹر ہین، یہ رسالہ انہی کی ایڈیٹری مین نجیب آباد سے شائع ہوتا ہے، زیر ریویو پرچہ مین احمد آباد گجرات، ایک سوال اور اسکا جواب، اشاعتِ اسلام پر ایک نظر، تمدن یورپ پر اسلام کا اثر، زردشت کا اثر ہندوستان پر، یہ اور اسی طرح کے اور تاریخی مضامین ہین جو محنت اور کاوش سے لکھے گئے ہین، قیمت صہ ر سالانہ،

کلیدِ امتحان: اسمین پرچہ جات امتحان مڈل ممالک محروسۂ حیدر آباد کے سوالات اور جوابات قرینہ کے ساتھ جمع کر دیئے گئے ہین جس سے طلبہ کو امتحان کی تیاری مین مدد مل سکتی اور جواب لکھنے کا ڈہنگ آسکتا ہے، مولوی ابوالرشید محمد عبد اللہ صاحب وکیل کی یہ محنت قابل داد ہے، قیمت عہ ر حیدر آبادی، مولف سے ٹانڈیٹر دکن کے پتہ سے ملیگی،

فیضی شاعر، شیخ محمد علی صاحب میر احمدی اجمیری کی قومی اور ملکی نظمون کا مجموعہ ہے جسمین میر صاحب نے اکبر مرحوم کے ظریفانہ کلام کے تتبع کی کوشش کی ہے لیکن بڑی کمی یہ ہے کہ اسمین اصل و نقل کا فرق معلوم ہوتا ہے، یہ نظمین مختلف قومی و ملکی معاملات پر لکھی گئی ہین اور بعض دوسری حیثیتون سے کسیقدر دلچسپ ہین، قیمت ۶/ ر پتہ کامل بک ڈپو حلقہ ۲۶ لاہور،

مجلد نہم | ماہ رجب سنہ ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء | عدد سوم

مضامین